

ALILMOWALAMAL



العلم والعمل

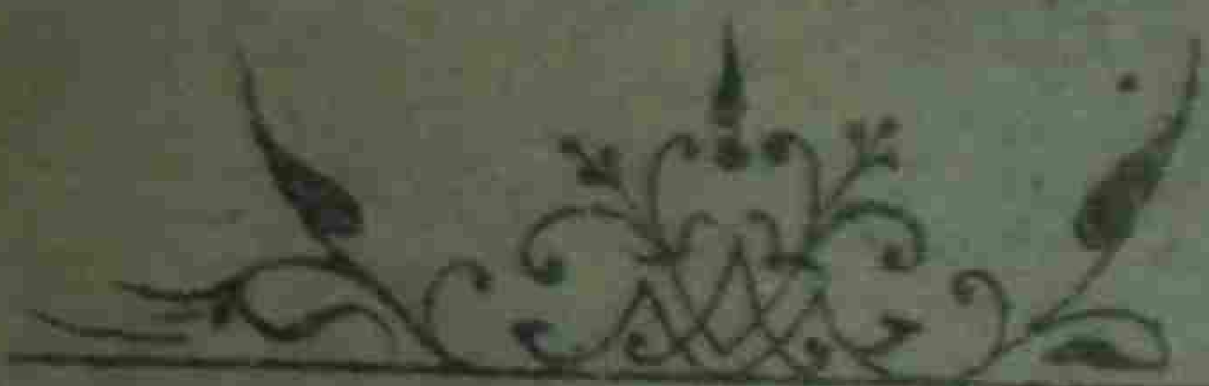
انسان کو انسانِ کامل بنانیوالا اور ہر شخص کی زندگی کا بہترین دستور العمل

مولفہ و مصنفہ

نواب خاقان حسین خانصاحب بہادر کانپور

مصنف المعارف وغیرہ





در مطبع اثنا عشری دہلی باہتمام سید صغیر حسن شمسی طبع شد (فروری ۱۹۲۶ء)

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱	۱۲	کی عزد	کی نمود	۳۴	۲۰	روگردانی ہے	روگردانی ہوگی
"	۱۹	یہ تو متوہیں	یہ متوہیں	"	۱۸	پاشنی	چاشنی
"	۲۱	یا کہ	بلکہ	۳۸	۲	طبیعاتنے	طبیعات کے
۳۲	۶	کافی ہے	کافی ہے اور	"	۷	توجہ ہوئی	توجہ ہوتی
"	۲۱	خارج انذات	خارج از	"	۸	قاموش	قاموس
۳۳	۱۷	تو عقل تجویز کرتی ہے	ذات ہے تو	۳۸	۱۲	اہیل	سہل

تمہید

(۱) ابتدائے عمر کا زمانہ تھا اور میں شیدائے مذہب و ملت و ہم تعصب میں گرفتار ہر شخص کو بنظر حقارت آمیز دیکھتا رہتا تھا یہانتک کہ خدا کی رحمت عامّہ کو اپنا ہمخیال بلکہ استغفر اللہ اپنے خیال کے تابع سمجھ لیا تھا اس خیال سے غافل کہ نہ میرا فہم اس لائق کہ نیک و بد میں فرق کر سکے نہ نیکی و بدی کا معیار میرے پاس موجود۔ کچھ عرصے کے بعد توفیق الٰہی شامل حال ہوئی اور مجھ مدہوش بادہ نخوت کے دل میں خیال آیا کہ اپنے نفس شوم کا امتحان کروں آخرکار ایکدن مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھکر غور و انصاف کے ساتھ اپنی حالت پر نظر کی۔ عیاذاً باللہ۔ کوئی عیب ایسا نہ تھا جو مجھ میں موجود نہو

(۲) قوائے ذہنی کی جو کیفیت چند سال پیشتر تھی وہی چند سال بعد معلوم ہوئی۔ مجھے حیرت کہ بارالہا۔ مذہب اصلاح معاش و معاد کا ذریعہ ہوتا ہے باوجود پابندی مذہب و شریعت نہ اپنے نفس میں تغیر پاتا ہوں نہ قوائے دماغی میں کوئی فرق نظر آتا ہے اس صورت میں دین و دنیا کی ترقی کیونکر ہو سکتی ہے

(۳) بایں ہمہ یہ عقیدہ کہ مذہب اصلاح معاش و معاد کا کفیل ہے ہرگز دل سے نہ نکلا۔ ناچار بتوفیق الٰہی خود نفس مذہب کی تحقیق پر آمادہ ہوا کتب متداولہ سے دست کش ہوا اور کتب احادیث مطبوعہ و قلمی کا ایک ذخیرہ فراہم کیا اور ہر کتاب کا از اول تا آخر مطالعہ کرتا رہا جہاں کوئی حدیث میرے فہم ناقص کے مطابق نظر آئی ایک کتاب سادہ پر لکھکر اُسکے حل میں مشغول ہوا جو مجھ میں آیا لکھ لیا۔ رفتہ رفتہ چند سال کی محنت شبانہ روز کے بعد چند اجزا فراہم ہو گئے۔ انہیں چند اوراق کا نام العلم والعمل رکھا

(۴) جب اس کام سے فرصت ہوئی یہ خیال آیا کہ مذاہب عالم کا مطالعہ بھی خالی از لطف و فائدہ نہیں ممکن ہے کہ ہمارے مذہب کے عقائد اور مذاہب مختلفہ کے عقائد کے مشابہ ہوں اور عقلائے عالم کے خیالات کا اتحاد یہ ظاہر کر دے کہ بفضل ایزدی مذہب اسلامیہ کے عقائد یونیورسل ہیں اسوقت زبان انگریزی بہت کام آئی اور میں نے مصر و ہندوستان وغیرہ ممالک عالم کے ادیان متعددہ کی کتابیں جو انگریزی میں ترجمہ ہو چکی تھیں جمع کیں اور بقدر حوصلہ و استعداد اس کار اہم کو انجام دیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ

ہر عقیدہ اپنے مذہب کا یونیورسل پایا شیعوں کے واسطے یہ کچھ کم فخر کی بات نہیں کہ اُنکے مذہب کا ہر عقیدہ فضل الٰہی سے ایسا صحیح و درست ہی جسکو ظہور اسلام سے ہزارہا سال پیشتر جملہ ملل و ادیان کے بزرگان دین تسلیم و تعلیم کرتے آئے ہیں اگر کسی مقام پر پیروان دین کے قصور فہم سے مطلب بدلجائے اُسکا ذمہ دار مذہب نہیں ہوسکتا اسی طرح اختلاف جزئی بھی لائق اعتراض نہیں

(۵) زمانہ موجودہ میں معیار مذہب حق مسائل توحید و اخلاق اور تعلیم روحانی کی کثرت و خوبی پر منحصر ہے جس مذہب کی توحید کامل تر ہوگی وہی قابل قدر سمجھا جائیگا۔ بناءً علیہ جو مضامین اس کتاب میں تحریر ہوئے ہیں وہ بالعموم اس لائق ہیں کہ تحقیق مذاہب کی صحبتوں میں علی رؤس الاشہاد مذاق زمانہ کے مطابق بیان کیے جائیں۔ یا اگر کوئی شخص خلاصہ مذہب امامیہ بطور کتاب انگریزی یا اور کسی زبان میں لکھنا چاہے وہ اس کتاب کا ترجمہ کر کے اپنے مذہب سے تمام عالم کو آگاہ کرسکتا ہی اور بزرگان دین علیہم السلام کی نیکنامی کا باعث ہوسکتا ہی

(۶) خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ کتب متداولہ سے وہ مطلب حاصل نہیں ہوسکتا جسکی عہد حاضر میں ضرورت ہے مسائل توحید کا اختصار صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ پر کیا جاتا ہی۔ حالانکہ جملہ صفات الٰہی کا خلاصہ بے شبہ صفات ثبوتیہ ہیں اور جو امور شان یزدانی کے خلاف سمجھے گئے ہیں وہ صفات سلبیہ کی مثالوں سے سمجھائے جاتے ہیں۔ مگر تفصیل کامل اور چیز ہے اور اجمال ناقص اور بات ہے۔ اگر ائمہ اہلبیت بھی اس اجمال کو مفید خیال فرماتے آج مضامین توحید کے ذخیرے خطب و ادعیہ میں نظر نہ آتے تاسف ہوتا ہے کہ ائمہ کے طریقۂ تعلیم کی تقلید کسی نے نہیں کی

اخلاق کی تعلیم اور تصفیہ و تزکیہ نفس کے طریقوں سے قوم میں اسقدر بیگانگی پیدا ہوگئی ہی کہ تعلیم روحانی ایک لفظ بے معنی سمجھا جاتا ہے نہ کسی کے نزدیک اس تعلیم خاص کی ضرورت ہے نہ کوئی اس سے واقف۔ ایکدن ایک عالم دین مسیح علیہ السلام میرے پاس آیا بعد تکلفات رسمی میں اور وہ دونوں آدمی باہم سرگرم گفتگو ہوئے معلوم ہوا کہ ان لوگونکے خیال میں اسلام روحانیت سے مبرا ہے۔ میں نے کہا کہ پادری صاحب ابھی تک آپنے فرقہ امامیہ کے مذہب سے آگاہی حاصل نہیں فرمائی ورنہ یہ اعتراض نہ کرتے۔ اسکے بعد میں نے تعلیم روحانی

کے طریقے بالتفصیل بیان گئے - پادری صاحب کے تعجب کی کوئی حد باقی نہیں رہی - اور بہت مسرت کے ساتھ مجھسے رخصت ہوئے۔

(۷) میں نے اس کتاب کی تالیف و تصنیف میں نقل و ترجمہ اقوال متقدمین سے کام نہیں لیا کیونکہ یہ شیوہ فرسودہ علماء ہے بلکہ جو کچھ میری سمجھ میں آتا گیا لکھتا گیا ہوں "نہ خون صراحی برگردنم نہ لاش قاموس برسرم" یہی سبب ہے کہ اس کتاب میں جابجا اکثر مقام پر وہ نکات و مضامین نظر سے گزرینگے جو کبھی نظر سے نہ گزرے ہونگے - درحقیقت جب تک کسی کتاب جدید التالیف میں مضامین نوادر مطالب تازہ نہوں اُسکی اشاعت و تحریر سے کیا حاصل۔

معذرت - میں نے اس کتاب میں توضیح مطالب کی تکمیل کے واسطے زبان میں ثقل و غرابت سے بہت احتیاط کی ہے تاحدّیکہ چند مقام پر قواعد عربی کی پابندی پر ترکیب رواجی کو مقدم سمجھا مثلاً خود یہ لفظ قواعد عربی بلحاظ ترکیب نحوی غلط ہے قواعد عربیہ کہنا چاہیئے مگر میں نے رواج کا خیال زیادہ کیا ہے - اہل نظر نکتہ گیری نہ فرمائیں

اللہ بس باقی ہوس

خاقان حسین عفی عنہ

وجود خدا کا ثبوت

آج سے ایکہزار چار سو برس پیشتر عرب میں تین سو ساٹھ خدا کے ماننے والے بکثرت موجود تھے اُس عہد میں بطلان تعدد کی ضرورت تھی۔ مگر اس زمانہ میں خدائے حقیقی عز اسمہ کے علاوہ کوئی شخص صراحۃً دو خدا کا قائل نہیں البتہ علوم جدیدہ نے اکثر لوگوں کو خدا و آخرت سے غافل کر دیا۔ اسوقت ثبوت صانع حقیقی کی ضرورت ہے تاکہ ہر شخص منکرین خدا سے کلہ بکلہ بحث کر سکے

تمام کتب مذہب امامیہ میں فقط تین دلیلیں ثبوت خدا کی میری نظر سے گذریں ہیں جو خوب سمجھکر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔ ان دلائل ثلاثہ میں زیادہ تر یہ خوبی ہی کہ انکی بناء بالکل اصول فطرت پر ہے جو کسی صورت سے باطل نہیں کیا جا سکتا۔ افسوس علمائے علم کلام نے اُن دلیلوں کی قدر نہ کی اور اُن دلائل سے کتابیں بھر دیں جنکی بناء ارسطو کے فلسفۂ قیاسی پر ہے

(۱) زمانہ گذشتہ سے اسوقت تک خدا کا وجود خدا کی صفتوں سے ثابت کیا جاتا ہے اس طریقۂ استدلال کا نام عربی میں عمل ہے انگریزی میں اسکو Synthesis کہتے ہیں عالم خلق میں ہر چیز کو بنظر غور و تامل دیکھکر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ جو کچھ بنایا گیا ہے سمجھکر بنایا گیا ہے اتفاق کا دخل نہیں ہے۔ مثلاً عناصر جو بالکل بسیط ہیں یہ اس مصلحت سے بسیط بنائے گئے ہیں کہ عالم خلق کی ترکیب ثابت ہو۔ اور یہ بھی ظاہر ہو کہ اس ترکیب کا کوئی فاعل حقیقی بھی ہے جسکا ہر فعل ایک مصلحت پر شامل ہی اس استدلال سے قرآن مجید و اخبار ائمۃ علیہم السلام میں بہت کام لیا گیا ہے نظر بکثرت شہرت میں نے اس قسم کی آیات و احادیث کا حوالہ نہیں دیا

یہ طریقۂ استدلال ہمارے مذہب کے ساتھ مخصوص نہیں ہی بلکہ مصر کے فلاسفر ہندوستان کے ویدانتی۔ حکمائے یونان اس طریقے سے وجود صانع حقیقی ثابت کرتے رہے ہیں۔ زردشتیوں کی کتب مقدسہ میں بھی یہی طریقۂ استدلال دیکھا گیا ہے

آب و ہوا کا یہ انداز خاص اگر نہوتا اُن سے تمتع حاصل کرنا محال ہو جاتا۔ پانی پینے کے کام

میں آسکتا - ہوا پھیپڑوں کے باریک منافذ میں داخل نہو سکتی - زمین کی ساخت اگر ایسی نہوتی جیسی اب ہے چلنے پھرنے کے کام میں آتی - زمین اگر پانی کی طرح نرم ہوتی زراعت و تعمیر سکون و قرار سب محال ہو جاتا

عالم نباتات کے مطالعہ کرنیوالے واقف ہیں کہ بیخ درخت سے گل و ثمر تک کوئی جزو بیکار نہیں جڑیں درختوں کو زمین پر اسطرح قائم رکھتی ہیں کہ ہوائے تند کے جھونکے اُنکو نہیں گرا سکتے - زمین سے غذائے مناسب کا حاصل کرنا بھی انہیں جڑوں کا کام ہے پھر زمین کی حیثیت اور ضرورت کے لحاظ سے جڑیں بھی باہم مختلف ہوتی ہیں - برگ درخت ہوا سے غذا حاصل کرتے ہیں اور تنفس کا کام بھی انجام دیتے ہیں کسی درخت کا ایک پتا اُسی درخت کے دوسرے پتے سے مطابق مشابہ نہیں ہوتا - اس کرہ زمین کے گیاہ و درختان مختلف کی تعداد - پھر اُنکے پتوں کا شمار اور ایک پتے کا دوسرے پتے سے صورت میں اختلاف عجب حیرت انگیز تماشا ہے - یہ اختلاف محض امتیاز کیواسطے پیدا کیا گیا ہے ورنہ درصورت دیگر ایک قسم کا درخت دوسرے قسم کے درخت سے ہرگز ممتاز نہوتا -

گل و ثمر بھی نمونۂ قدرت الٰہی ہیں - پھولوں کے اندر جملہ آلات بقائے نسل نباتی موجود ہیں حیوانات و نباتات کے توالد و تناسل کا قاعدہ ایک ہے مگر عنوان میں اختلاف ہے اظہار قدرت کے واسطے کہیں اس طریقے کو بدل بھی دیا ہے اکثر درختوں میں پتوں کی باریک رگیں کہیں جڑوں کی تقسیم - کہیں پتے اس ضرورت کو پورا کرتے ہیں

تخم جو ثمر کے اندر باحتیاط موجود ہیں وہ درحقیقت اُن تمام اجزا پر حاوی ہیں جو آئندہ پیدا ہونیوالے ہیں - پوست تخم حصۂ اندرونی کو آفات بیرونی سے محفوظ رکھتا ہے اور اس ترکیب سے بنایا گیا ہے کہ وقت معین پر آب و ہوا اور تغیر موسم سے شگافتہ ہو جائے تاکہ درخت کے باہر آنے میں کوئی حرج واقع نہو - ہر تخم کے مغز میں دہنیت ضرور ہوتی ہے ورنہ مادۂ تخم فاسد ہو جاتا

جسم انسانی کا ہر عضو - بلکہ ہر موئے بدن ایک مصلحت سے پیدا کیا گیا ہے - دماغ کی ترکیب اسقدر پیچیدہ ہے کہ علمائے علم تشریح نے اپنے قصور فہم کا اعتراف کیا ہے علم افعال الاعضاو علم التشریح کے مطالعہ سے اس اجمال کی تفصیل ہو سکتی ہے مجملاً اسقدر لکھدینا خالی از فائدہ نہوگا

کہ جب کوئی شے خارج سے عصاب تک پہنچتی ہے اُسوقت ادراک پیدا ہوتا ہے۔ اگر ادراک رنگ وصورت کا ہوگا اُسکو بصارت کہیں گے۔ اور اگر تموج ہوا (Vibration) کا انداز خاص محسوس ہوگا اِس حسِ خاص کو سماعت کا لقب دینگے۔ اگر بو محسوس ہوگی اُسکو سونگھنا کہیں گے۔ اگر کسی چیز کا ذائقہ دریافت ہوگا اُسکو مزہ کہیں گے۔ حالانکہ جوہر دماغ جو مبدء اعصاب ہے وہ باعتبار خلقت وترکیب کیمیاوی بالکل ایک ہے۔ اسی طرح اعصاب کی ساخت وترکیب میں کوئی فرق نہیں پھر خدا جانے کیا قیامت ہے کہ ایک حس مخصوص کا عصب دوسری حس کا ادراک نہیں کر سکتا مثلاً آنکھوں سے سماعت کا کام اور زبان سے بصارت کی خدمت ہرگز نہیں لے سکتے۔ حس مشترک (General sense) کیفیات خارجیہ کے ادراک کے واسطے پیدا کی گئی ہے اِس سے کوئی دوسرا کام نہیں لے سکتے۔ درحقیقت ایک حس ہے مگر بلحاظ تعدد خدمت مختلف نام رکھدیئے ہیں ثقل وخفت اجسام کے ادراک کے واسطے عضلات معین ہیں۔ حواس خمسہ سے ثقل وخفت کا ادراک نہیں ہوسکتا

یہ کرۂ زمین جو کرۂ آفتاب سے ۱۴ لاکھ حصّے کم ہے چوبیس گھنٹے میں اپنے محور پر متحرک ہوکر شب وروز ظاہر کرتا ہے۔ اس کی سالانہ حرکت جو آفتاب کے گرد ہوتی ہے اختلاف موسم کا باعث ہوتی ہے شب تاریک میں جو ستارے دکھائی دیتے ہیں وہ سب آفتاب ہیں ایسے ہر آفتاب کے ساتھ خدا جانے کسقدر زمینیں وابستہ ہیں نہ اُن آفتابوں کا شمار معلوم ہے نہ اُن زمینوں کی انتہا نہ اس خلا کی وسعت کا اندازہ ہے جسمیں یہ بیشمار اجرام فلکی نہایت آزادی سے حرکت کر رہی ہیں روشنی ایک ثانیہ (سیکنڈ) میں ۱۸۶۰۰۰ میل سفر کرتی ہی مگر باایں ہمہ سرعت رفتار بہت ستارے اس خلا میں ایسے موجود ہیں جن کی روشنی زمین تک کروڑوں برس میں پہنچتی ہے اس کے علاوہ ہر کرہ میں آبادی ہے جو انواع مخلوق سے مرکب ہی عقل نہیں قبول کرتی کہ اتنا وسیع عالم جسکی وسعت کا اندازہ عقل بشری سے خارج ہے اتفاق یا طبیعت کا ساختہ وپرداختہ ہو۔ وَفِي اخْتِلَافِ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ الخ اس آیۂ فیض ہدایہ میں کس خوبی سے عمر ثابت کیا ہی قابل غور یہ امر ہے کہ

تمام افراد بنی آدم کے آلات حس و آلات نطق ایک مادے سے بنے ہیں اعصاب و عضلات من جمیع الوجوہ بالکل ایک ہیں باایں ہمہ انداز بیان مطالب میں جسکو گفتگو کہتے ہیں۔ زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شے لطیف و سیال جسکے استعمال سے پیاس بجھتی ہے اسکی ضرورت ہر جاندار کو ہوتی ہے جب قوم عرب کی فرد اول نے اُسکو دیکھا اور نام رکھنے کی ضرورت معلوم ہوئی اسکی زبان سے الماء نکلا عجم نے آب کہا ترکوں نے سُو ہندوستانیوں نے جل اور پانی انگریزوں نے واٹر نام رکھا یہ کیوں سب کی زبان سے الماء کیوں نہ نکلا۔ مختلف اقوام کی زبان سے مختلف الفاظ کا خروج اور وہ بھی اُن قواعد و ضوابط کے ساتھ جنکو سمجھ کر تدوین کرنے سے کتب ضخیمہ مرتب ہوگئیں بے شبہ ثابت کرتا ہے کہ اختلاف السنہ کا باعث و خالق ایک مدبر و مرید ہے جسکے وجود سے انکار نہیں ہوسکتا۔ یہ ہی حال اختلاف الوان کا سمجھنا چاہیئے۔

(۲) عرفت ربی بفسخ العزائم اپنے ارادوں میں ناکامیاب ہو کر میں نے خدا کو پہچانا

یہ دوسری دلیل ثبوت خدا کی ہے۔ اس خیال کے مُظہر حضرت علی مرتضٰے ہیں

جب کوئی شخص کسی امر کا ارادہ کرتا ہے اُسوقت جہانتک عقل کام کرتی ہے وہ اسباب مہیا کئے جاتے ہیں جو حصولِ مقصد کیواسطے ضروری و لازمی ہوتے ہیں تاکہ اجتماع اسباب سے معینہ مسبب معین حاصل ہو مگر باایں ہمہ اکثر یہ تمام سعی و کوشش بیکار جاتی ہے اور خلاف قیاس ناکامی حاصل ہوتی ہے اس ناکامی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک ارادہ ہمارے ارادہ سے قوی تر اور موجود ہے جو اپنی قوت سے تمام اسباب مختلفہ کو اُنکے مُسبب کے حدوث سے روک دیتا ہے چونکہ ارادہ بے مرید نہیں ہوسکتا اس وجہ سے ارادوں میں ناکامیاب ہونا وجود الٰہی کی بے مثل دلیل ہے

(۳) قیل لابی عبد اللہ علیہ السلام ما الدلیل علی ان لک صانعاً

حضرت امام جعفر الصادق سے کسی نے پوچھا کہ آپ یہ کسطرح سمجھے کہ آپکا کوئی خالق و صانع ہے

قال وجدت نفسی لا یخلوا من امرین فرمایا جب مینے اپنے نفس کو دنیا میں موجود پایا

ولمیں سمجھا کہ میں خود اپنا خالق ہوں یا میرا نفس کسی دوسرے کا مخلوق ہے
فَاِنْ کُنْتُ صَنَعْتُهَا وَکَانَتْ مَوْجُوْدَۃً فَقَدِ اسْتَغْنَیْتُ بِوُجُوْدِھَا عَنْ صَنْعَتِھَا
شق اول میں اگر میں نے اپنے نفس کو خود پیدا کیا میرا اپنی خلقت سے پیشتر موجود ہونا ایک امر یقینی تھا کیونکہ خالق کو عند العقل مخلوق سے پہلے ہونا چاہیئے اور جب یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ میں اپنی خلقت سے پیشتر موجود تھا اب میرا اپنے کو آپ پیدا کرنا بالکل بے معنی بات ہے او صنعتھا وکانت معدومۃ یا اسوقت میں نے اپنے کو آپ پیدا کیا جب میرا نفس یعنی میں خود معدوم تھا وانک تعلم ان المعدوم لا یحدث شیئًا اس صورت میں تو خود واقف ہے کہ معدوم یعنی جو خود موجود نہو وہ دوسرے کو جو معدوم ہو کیونکر پیدا کر سکتا ہے فقد اثبت المعنی الثالث ان لی صانعا جب یہ دونوں خیال غلط ثابت ہوئے خود بخود یہ ثابت ہو گیا کہ میرا خالق و صانع کوئی اور ہے

اس دلیل ثبوت صانع میں فقط نفس ناطقہ جسکو اصطلاح مذہب میں روح کہتے ہیں مراد نہیں بلکہ نفس مع البدن مقصود ہے۔ حال آنکہ اس دلیل کا خلاصہ بھی وہی علت و معلول ہے جو اکثر حکما کا بحوث عنہ رہتا ہے مگر جس خوبی سے اس حدیث میں معلول کو علت کا محتاج قرار دیا ہے وہ قابل داد ہے (نکتہ) ایک علت قدیم کے وجود سے منکرین خدا بھی انکار نہیں کر سکتے ممکن ہے کہ وہ علت قدیم کا نام نیچر (طبیعت) رکھیں مگر وجود علت سے انکار محال ہے۔ اس درجے میں مومنین باللہ اور منکرین میں فقط یہ فرق ہے کہ مومنین اسکو صفات سے متصف مانتے ہیں اور منکرین صفات کے قائل نہیں مگر جب ہر چیز میں عمل سمجھ میں آتا ہے اسوقت منکرین بھی سکوت کے سوا کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے

صِفَاتُ الرَّبِّ

پروردگار عالم کی صفتیں

خصائص الٰہیہ خواہ عین ذات ہوں یا باعتبار فعل غیر ذات ہوں۔ سب کو من حیث المجموع صفات کہتے ہیں۔ خداوند عالم کے صفات ہمارے فہم کے لحاظ سے غیر محدود ہیں۔ اسی طرح ہر صفت کا مصداق بھی غیر متناہی ہے۔ مثلاً صفت خلق صفت فعل ہے اسکا مصداق مخلوق عالم ہے جسکا حصر و شمار ہمارے فہم و قیاس سے بالکل باہر ہے

جن عیوب اخلاقی اور خصائص جسمانی سے ذات الٰہی منزہ ہے انکو اصطلاح میں صفات سلبیہ کہتے ہیں "ولا قدح فی الاصطلاح" ورنہ سلب شئے بلا ثبوت شئے ناممکن ہے۔ باری تعالیٰ کے صفات حمیدہ جسقدر ہم لوگوں کو معلوم ہیں فقط وہی نہیں ہیں۔ بلکہ اُن سے علاوہ اور بے شمار صفات ہیں جنکو ہمارا فہم محدود دریافت نہیں کر سکتا۔ مرتبۂ کمالِ توحید میں ذات بلا صفات باقی رہجاتی ہے جسکے مفہوم ذہنی کیطرف لفظ ھُوَ سے اشارہ کیا ہے

مجھے اس کتاب میں دقائق معرفت نکات توحید کا اظہار مقصود نہیں ہے۔ نہ صفات متعارفہ کا اعادہ منظور فقط چند اسماء ربانی کے معانی و مطالب بیان کرونگا جن سے آگاہ ہونا تکمیل توحید کیواسطے ضرور ہے

اَلْاَحَدُ۔ ایک۔ ایک سے مراد وحدت عددی نہیں ہے جو اپنے وجود میں تکرار کی محتاج ہوتی ہے بلکہ ایک سے مقصود نفی شریک ہے گویا لفظ الاحد مرادف ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا

البصیر۔ دیکھنے والا۔ مجازاً بصارت حسیہ خدا کی صفت قرار دیگئی ہے اور البصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہوئے ورنہ اصل میں البصیر کے معنی ہیں جاننے والا۔ جو کچھ ہم لوگ فہم و حواس سے دریافت کرتے ہیں اور جو ہمارے فہم و حواس سے خارج ہے اسکا علم واقعی ہر حیثیت سے قبل خلق و بعد خلق خدائے تعالےٰ کو حاصل ہے جسمیں تغیر کا دخل نہیں البتہ تقدیم و تاخیر مرتبۂ خلق میں بمصالح ممکن ہے جب علم الٰہی کا تعلق صورت و آواز سے سمجھا جاتا ہے اُسوقت مجازاً جہلا کے سمجھانے کیواسطے اس علم خاص کو بصارت و سماعت کہتے ہیں

ہیں ورنہ اصل میں علم ہی اور کچھ نہیں۔ بنا بر علی ذالک اَلسَّمِیْعُ۔ اَلْخَبِیْرُ۔ النَّاظِرُ یہ اسمائے الٰہی اَلْعَلِیْمُ کے مرادف المعنی ہیں اَلْبَارِئُ۔ اَلْبَدِیْعُ۔ اَلْخَالِقُ۔ اَلصَّانِعُ ان سب الفاظ کے معانی دحاصلِ معانی بالکل ایک ہیں جو کچھ خداوند عالم نے خلق فرمایا وہ از سرِ نو خلق فرمایا۔ جو خلق ہی وہی صنعت ہے۔ جو صنعت ہے وہ جدید ہے۔ یا مَنْ خَلَقَ الخلق بغیر مثالٍ

اَلْحَلِیْمُ۔ بردبار متعارف غیظ و غضب کا مقابل ہی۔ اسوجہ سے حلم متعارف خدا تعالیٰ کی صفت نہیں ہو سکتا سب واقف ہیں کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہیں وہ ایک کیفیت ہے جو کسی امر کے خلافِ مقصود واقع ہونے سے پیدا ہوتی ہی اور پھر فنا ہو جاتی ہی عقل قبول نہیں کرتی خدا کی ذاتِ اقدس اس صفتِ عارضی سے متصف ہو کر محلِ حوادث قرار پائے بلکہ حلم سے مجازاً تاخیرِ عقوبت مراد ہے

اَلْحَیُّ۔ زندہ۔ مخلوق کی حیات تابع اسباب ہے مگر خدا کی حیات اُسکا وجود محض ہے جو بالکل حقیقی ہے

اَلرَّحْمٰنُ۔ اَلرَّحِیْمُ۔ اَلرَّؤُفُ۔ اَلْعَطُوْفُ من حیث اللغۃ مرادف المعنی ہیں کسیکو مصیبت و تکلیف میں دیکھکر انسان کی طبیعت میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہی جسکو اصطلاحِ زبانِ اردو میں دل دُکھنا کہتے ہیں اس کیفیت کا نام رحم ہے یہ حالت پیدا ہو کر اعانتِ مظلوم پر آمادہ کرتی ہی اسی غرض سے یہ قوت ہمکو دیگئی ہی۔ بہر صورت رفع مصیبت یا تغیرِ خیال کے بعد یہ حالت جاتی رہتی ہی اور دوسری حالت پیدا ہو جاتی ہی اب غور کرنا لازم ہی کہ خدا کو ان معنوں میں رحیم سمجھنا کسقدر خلافِ عقل ہی کیونکہ خدا کی ایک حالت ہمیشہ سے ہے اور وہی ایک حالت ہمیشہ رہیگی اور خدا کو رحیم متعارف سے متصف سمجھنے سے تغیر فی الذات لازم آئیگا جو قطعاً ناممکن ہی بنا بر علی ذالک خدا کا رحم بالکل رحم متعارف کے خلاف ہے میرے نزدیک خدا کا رحم اور خدا کی عقل بالکل ایک چیز ہے۔ مثلاً جب آدمی جہالت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے اُسوقت وہ کسی نہ کسی عذاب میں مبتلا کیا جاتا ہے خواہ وہ عذاب آتش جہنم کی صورت میں ہو یا اور کسی شکل سے۔ تاکہ نفس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہو اور نفس ناطقہ اثر گناہ سے پاک و صاف ہو جائے۔ جب یہ ضرورت پوری ہو جاتی ہی اُسوقت عذاب مرتفع ہو جاتا ہے بادی النظر میں عذاب کے بعد رحم کا حال ظاہر ہوتا ہے۔ اب بحث طلب یہ ہے کہ آیا رفع عذاب کا نام رحم ہے

یا جو قوت رفع عذاب کا باعث ہوتی ہے اُسکو رحم کہتے ہیں۔ چونکہ سبب کا مرتبہ عند العقل مسبب کے مرتبے سے اعلیٰ ہے اسواسطے باعث رفع عذاب ہی اسکا مستحق ہے کہ اُسکا نام رحم رکھا جائے دوسرا امر لائق غور یہ ہے کہ وقت مناسب پر بقدر مناسب عذاب کا تسلط اور پھر وقت مناسب پر بعد حصول نتیجۂ مقصود عذاب سے نجات دینی یہ محض عقل کا کام ہے جو وقت معین پر رفع عذاب کا سبب ہوتی ہے۔ بنائً علیٰ ذٰلک جس صفت کا نام رحم ہے وہ درحقیقت عقل فعال الٰہی ہے۔ اسی طرح عدل بھی درحقیقت عقل ہے کوئی علیحدہ صفت نہیں۔ مگر چونکہ ہر شخص بآسانی یہ مطلب دقیق سمجھ نہیں سکتا اس وجہ سے شریعت نے بھی مجاز سے کام لیا

چونکہ تعذیب سے مقصود نفوس ناقصہ کی تہذیب ہوتی ہے اسلیئے الم و تکلیف بھی درحقیقت ایک نعمت ہے کیونکہ عقل فعال الٰہی کی نظر ہمیشہ مآل پر رہتی ہے جو حال سے بمراتب بہتر ہے

اَلسَّلَامُ۔ ہر عیب سے بری۔ خواہ وہ عیب اخلاقی ہو یا جسمانی خدا اُس سے بالکل منزہ ہے

اَلطَّاہِرُ کے بھی یہی معنی ہیں۔ مختصر یہ کہ مکان و زمان۔ تغیر و انقلاب۔ حرکت و سکون۔ فنا و زوال ترکیب و بساطت عنصری وغیرہ سے بلحاظ کیفیات جسمانیہ اور کذب و حرص و حسد وغیرہ سے باعتبار عیوب اخلاقی خدا پاک و منزہ ہے

اَلْغَفُوْرُ۔ غفر کے معنی ہیں کسی چیز کا پوشیدہ کرنا بمعنی بخشش مجازاً مستعمل ہے فتامل

اَلْقَدِیْمُ۔ اس اسم مطہر کے یہ معنی ہیں کہ خدا موجود تھا وَلَا شَیْءَ مَعَہٗ اور کوئی شے اُسکے ساتھ موجود نہ تھی

اَلْقَہَّارُ۔ صاحب قدرت کاملہ یعنی جو خدا چاہتا ہے وہ کرتا ہے کسیکو سرتابی کی مجال نہیں لَا رَادَّ لِقَضَائِہٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِاَمْرِہٖ اس اسم مبارک کی تفصیل ہے اَلْجَبَّارُ بھی اَلْقَہَّارُ کا ہم معنی ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ۔ حضرت امام ششم سے کسی نے پوچھا کہ خدا کا نام اَلْمُؤْمِنُ کیوں ہے فرمایا لِاَنَّہٗ یُؤْمِنُ مِنْ عَذَابِہٖ مَنْ اَطَاعَہٗ اِس سبب سے کہ مطیع امر الٰہی عذاب الٰہی سے محفوظ رہتا ہے خدا کی اطاعت سے مقصود یہ ہے کہ جو طریقۂ نجات پروردگار عالم نے مقرر فرما دیا ہے اس سے سر مو انحراف جائز نہیں ورنہ یقیناً ضرر عظیم پہنچیگا

اَلنُّوْرُ۔ ہادی۔ ہدایت کرنے والا۔ مرادف الہادی۔ العاقل

تاویل الاٰیاتِ

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ مادہ پرستی کی انتہا سے خدا پرستی کی ابتدا ہوتی ہے انسان کا خاصہ ہے کہ زمانہ جہالت میں جس چیز کو کسی بات میں اپنے سے زیادہ دیکھتا ہے اُسکے روبرو سر تسلیم خم کرتا ہے سب سے پیشتر شجر پرستی دریا پرستی وغیرہ عمل میں آئی۔ پھر رفتہ رفتہ عقل و ہدایت نے خدا پرستی کی جانب مائل کیا

جو قوم مادہ پرستی کرتی رہتی ہے اُسکے قوائے ذہنیہ مضمحل ہو جاتے ہیں اور خیال مادیات سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اسوجہ سے الٰہیات کے مسائل دقیقہ اُسکی سمجھ میں نہیں آتے اسی مصلحت سے جملہ کتب سماوی میں مسائل توحید و معرفت استعارات مادیہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اہل تعصب چونکہ شدت تعصب سے کند ذہن ہو جاتے ہیں اور حلِ استعارات پر قادر نہیں ہوتے اُنکے نزدیک الٰہیات کا حصر اُنہیں کے مذہب میں ہوتا ہے اور سارا عالم اُنکو مشرک اور کافر نظر آتا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ نے کبھی اپنی عقل سے کوئی مضمون جاہلان عرب کے روبرو بیان نہیں فرمایا۔ اسی مصلحت سے قرآن مجید کی اکثر آیتیں جو توحید اور نفس ناطقہ کے حالات سے تعلق رکھتی ہیں اکثر استعاراتِ مادیہ پر شامل ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا سامعین کے ذہن کی تشویش سے نصیحت کا نتیجہ فوت ہو جاتا مثلاً

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ جسطرف تم پھرو اُسی طرف خدا کا مونھ ہے

وجہ اللہ سے مراد ذاتِ اقدس الٰہی ہے جو ہر طرف ہے اور پھر کہیں نہیں۔ مگر یہ مطلب اُن لوگوں کو سمجھانا تھا جو ہمیشہ اپنے ہاتھ سے بت بناتے تھے اور پرستش کرتے تھے۔ بتوں کے ہاتھ پاؤں اور مونھ جملہ اعضا عبادت کے وقت اُنکے سامنے ہوتے تھے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ کیا جاتا اُنکا خدا پرست ہونا محال تھا

وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ یا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی

ان دونوں آیتوں میں یا جہاں کہیں قرآن مجید میں عرش و کرسی کا ذکر آیا ہے وہاں بلا استثناء عرش و کرسی سے علم الٰہی مراد ہے

راوی نے امام جعفر الصادقؑ سے[۵۱] پوچھا کہ کرسی سے کیا مراد ہے۔ فرمایا علم الٰہی۔ اسی طرح عرش کے متعلق فرمایا العرش ھو العلم الذی لا یقدر احد قدرہ۔ ترجمہ۔ عرش سے مراد علم الٰہی ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا

علاوہ ازیں یہ امر مسلم ہے کہ حکیم حقیقی کا کوئی فعل عبث نہیں ہوتا۔ عرش و کرسی اگر متعارف معنوں میں لیئے جائیں اُسوقت یہ سوال پیدا ہوگا کہ عرش و کرسی کی غایت خلق کیا ہے۔ جلوس اس کی خدا کو ضرورت نہیں۔ اظہار قدرت کیواسطے بے شمار موجودات ہیں عرش و کرسی کی کیا تخصیص۔ اصل بات یہ ہے کہ جسطرح کوئی بادشاہ تخت نشین ہوکر اپنی محدود سلطنت کا انتظام کرتا ہے اسی طرح۔ بلا تشبیہ۔ باری عزاسمہ اپنے علم نامتناہی سے ہر فرد بلکہ ہر ذرہ کا منتظم و فیض رسان ہے اُسکو بلا استثنا ہر مخلوق کے ساتھ وہی تعلق و قرب ہے جو بلا تفاوت دوسرے کے ساتھ ہے زبانِ عربی میں لفظ استواء سے بہتر اور کوئی دوسرا لفظ ایسا موجود نہیں جو اس مطلب کو اس وضاحت و اخفا کے ساتھ ادا کر سکے

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ

اس آیت کی تفسیر میں امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں "حَمَلَةُ الْعَرْشِ وَالْعَرْشُ الْعِلْمُ ثَمَانِيَةٌ" حاملان عرش (عرش سے مراد علم ہے) آٹھ ہیں اَرْبَعَةٌ مِنَّا وَاَرْبَعَةٌ مِمَّا يَشَاءُ چار ہم اہلبیت سے حاملان علم الٰہی ہیں اور چار حاملان علم الٰہی اور کسی دوسری قوم سے ہیں (نکتہ) حاملان علم سے مُراد واقفان اسرار الٰہیہ ہیں۔ ورنہ حمل علم بمعنی متعارف بےمعنی امر ہے

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ ترجمہ لفظی۔ اور خدا کا تخت پانی پر تھا۔ یہاں بھی عرش سے مراد علم الٰہی ہے بظاہر ابتدائے خلقت زمین کے وقت مشیت مقتضی ہوئی کہ جملہ ذی نفس پانی سے پیدا کئے جائیں اسوجہ سے علم کا تعلق پانی کے ساتھ قرار دیا گیا۔ چنانچہ خود فرماتا ہی وجعلنا کل شیئ حَيٍّ مِّنَ الْمَاءِ یہ میرا خیال ہے جو اس وقت اس آیت کی تاویل میں عرض کیا گیا۔ اسکو تفسیر نہ سمجھنا چاہیئے

---

[۵۱] کتاب التوحید للشیخ الصدوق علیہ الرحمۃ۔

ایکؔ انگریز محقق نے قرآن کے ترجمہ میں جہاں عرش وکرسی کا ترجمہ کیا ہے وہاں ایک فٹ نوٹ میں لکھدیا ہے کہ عرش وکرسی استعارہ ہے۔ اس سے مراد عقل الٰہی ہے جو ہر چیز کو سنبھالے ہوئے ہے

اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ۔ ترجمہ لفظی۔ آج وہ اپنے پروردگار سے پوشیدہ رہینگے خدا سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہسکتی۔ اس آیت میں لفظ عَنْ کے بعد لفظ ثواب مضمر ہے یعنی عَنْ ثَوَابِ رَبِّهِمْ۔ فافہم

مَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ مکر وخدع کے معنی ہیں کسی کام کو چھپا کر عمل میں لانا۔ دغا وفریب کے معنوں میں اِن الفاظ کا استعمال عربی میں نہیں ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ مشرکین عرب اپنی بداعتقادی پر بعد قبول دین اسلام بھی ایک عرصے تک قائم رہے۔ جب انکو دنیا کی نعمتیں ملنا شروع ہوئیں۔ وہ یہ سمجھے کہ دنیا کا ہماری طرف رجوع کرنا ہماری نیک اعمالی کی دلیل ہے یہ نہ سمجھے کہ اس پردے میں خدائے حقیقی کو کیا منظور ہے۔ جسطرح مشرکین نے اپنی بداعتقادی پوشیدہ رکھی اسی طرح باری تعالیٰ نے اپنی مصلحت کو ظاہر نفرمایا۔ اس پوشیدہ طرز عمل کو لفظ مکر سے تعبیر فرمایا ہے

اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ۔ استہزاء۔ دل لگی کرنے کے معنی میں عربی میں نہیں ہے۔ عربی لغت میں استہزا کے معنی ہیں کسیکو ذلیل سمجھنا۔ بناءً علیٰ ذلک اس آیت کے معنی ہیں خدا انکو حقیر سمجھتا ہی جو احکام ربانی کی حقارت کرتے ہیں

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ ترجمہ لفظی۔ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھ پر ہے جو بیوفا لوگ پیغمبر کے دست مبارک میں ہاتھ ڈالکر وفائے عہد کا اقرار کرتے ہیں وہ یقین کریں کہ خدا حاضر وناظر ہے۔ اس مقام پر توجہ الٰہی کو لفظ ید سے تعبیر کیا ہے۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی ایسے کام کیطرف توجہ کرتا ہے جس کا تعلق ہاتھ سے ہو فوراً نفس کی توجہ ہاتھ کیطرف ہوتی ہی اس مناسبت کے لیے میرے نزدیک توجہ کو لفظ ید سے تعبیر کرنا ایک لاجواب استعارہ ہی کبھی لفظ یَدْ سے قدرت مراد ہوتی ہے۔ جسطرح اس آیت میں مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا

ملے جارج سیل مترجم قرآن ڈپٹی ہربی لاٹ ۱۲

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ - میری دی ہوئی قدرت پر کبر کرتا ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ اس آیت میں بھی لفظ یمین سے مراد قوت قدرت ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ - ترجمہ - جب وہ (مشرکین) خدا کو بھول گئے - خدا اُن کو بھول گیا۔ لفظ نسیان کے لغت عربی میں دو معنے ہیں - ایک بھولنا یاد رکھنے کے مقابل میں - دوسرے بے پرواہی کو بھی نسیان کہتے ہیں - اِس آیت میں جس مقام پر نسیان خدا کی طرف منسوب ہے وہاں نسیان کے معنی بے پرواہی کے ہیں فَنَسِيَهُمْ یعنی خدا اُن کی طرف سے بے پرواہ ہے - يَا حَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ - اس آیت میں جنب کنایہ ہے تقرب واطاعت سے - ہائے افسوس میں نے اطاعت خدا میں کیا کمی کی - (۱) يَوْمَ يَأْتِيْ رَبُّكَ اَوْ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ (۲) اِذَا جَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا پہلی آیت میں لفظ یَأْتِیْ کے بعد لفظ امر مضمر ہے اسی طرح آیت ثانیہ میں جَآءَ کے بعد بھی لفظ امر پوشیدہ ہے - یوں يَوْمَ يَأْتِيْ اَمْرُ رَبِّكَ اور اِذَا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ يَهْدِي اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ جسکو خدا چاہتا ہے توفیق خیر عنایت کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے توفیق خیر نہیں دیتا کسی مصلحت سے امر خیر پر اعانت نہ کرنیکا نام مجازاً اضلال ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ - اس آیہ میں عدو بمعنے معذب ہے یعنی خدا کافروں کا عذاب دینے والا ہے کیونکہ عداوت اور محبت دو مختلف کیفیتیں ہیں ایک کا وجود دوسرے کا عدم برابر ہوتا رہتا ہے - خدا اُن دو مختلف کیفیتوں سے متصف نہیں ہو سکتا۔

وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ (۲) وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ - محیط گھیرنیوالا - ہر فعل اور ہر چیز خدا کے علم میں اسطرح موجود ہے کہ کوئی جزو اسکا علم الٰہی سے باہر نہیں۔

اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ جو کچھ مشیّتِ الٰہی میں افعالِ عباد کے متعلق جاری ہو چکا ہے اُسکو مجازاً وعدہ کہتے ہیں۔

سلہ مجمع البحرین - لفظ نسی ۱۲

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا - ترجمہ لفظی - خدا نے حضرت موسٰی علیہ السلام سے باتیں کیں
خدا کے کلام سے وہ الفاظ مراد ہیں جو عند الضرورت ادائے مطالب کے واسطے بے آلات نطق خدا
حادث کرتا ہے -

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ - تقدیر ربانی جو حتمی و یقینی ہوتی ہے اُسکو مجازاً کتابت
کہتے ہیں۔

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ - خدا کا علم کسی امر کے وقوع کا محتاج نہیں - مگر جو مشرک
ہنوز خدا کی صفات سے آگاہ نہوئے تھے اُسکو سمجھانے کے لیئے یہ کہا گیا کہ تم سب نیک اعمال
اختیار کرو تاکہ خدا کو معلوم ہو جائے کہ اُسکو بے دیکھے اُس سے کون ڈرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖۤ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا

استحیاء شرمانا - مگر یہاں عدم حیا سے مقصود عدم ترک ہے یعنی خدا جب مناسب سمجھتا ہے
ایک پشہ ضعیف کی بھی مثال دیتا ہے یہ نہیں کرتا کہ پشہ ضعیف کی مثال نہ دے - ایک
نکتہ یہاں قابل ذکر ہے جو کسی مفسر کے ذہن میں نہ گذرا ہوگا وہ یہ ہے کہ ہر چیز کے جسم کی خوردی
و بزرگی کا ادراک انعکاس اشعہ (Refraction of light) پر موقوف ہے
جو انداز خاص سے واقع ہوتا ہے - لیکن خداوند عالم جو بصارت کے واسطے آلات بصارت
اور انعکاس شعاع کا محتاج نہیں اُسکے نزدیک ایک فیل قوی الخلقت اور پشہ ضعیف دونوں
ایک حکم میں ہیں - وہ یہ بھی جانتا ہے کہ ہر چیز اُسکے بندوں کی نظر میں کس طرح دکھائی
دیتی ہے - بنا بریں علیہ خدا کے لیئے ایک پشہ ضعیف کی مثال کا دینا کوئی لائق اعتراض امر
نہیں ہے

جوامعُ التوحیدِ

خیالاتِ عارفانہ

مجھے اس عنوان میں چند مضامین عارفانہ کا اظہار مقصود ہے۔ جنکا اقتباس کلام الہی۔ خطب ائمہ۔ احادیث اور دعاؤں سے کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں مذاہب کی خوبی کا حصر مضامین توحید اور مطالب فلسفہ و اخلاق پر ہے۔ مقابلے کیوقت مضامین توحید و فلسفہ و اخلاق بہت کام آتے ہیں

الآیات شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ ترجمہ۔ خدا واقف ہے کہ وہی ایک خدا ہے اُسکے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں۔ اسی طرح ملائکہ اور صاحبانِ علم عدل و انصاف کے ساتھ اُسکی توحید کی گواہی دیتے ہیں۔ (اقرار کرتے ہیں) وہی ایک خدا ہے اور وہی ایک خدا صاحب عزت و حکمت ہے۔

(فائدہ جدیدہ) الفاظ آیت کی ترتیب سے سمجھ میں آتا ہے کہ خدا کی توحید کا اقرار نقص و کمالِ علم کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیہ میں اقرار توحید کے تین درجات مقرر فرمائے ہیں ۱ توحید اَخصُّ الاَخص اس درجے میں واحد حقیقی جسکا علم حقیقی وغیر محدود ہے اپنی وحدت و یکتائی کا خود اقرار فرماتا ہے۔ یہ وہ درجہ توحید ہے جسکی رفعت تک ہم لوگوں کا خیال نہیں پہنچ سکتا۔ ۲ دوسرا درجہ توحید خاص الخاص۔ اس درجہ میں ملائکہ کی توحید داخل ہے جنکی عقول مادیات سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس علیحدگی سے اُنکے قوائے عقلیہ نے اسقدر ترقی حاصل کی ہے جسکو ہم لوگ حالت موجودہ میں ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ ۳ تیسرا درجہ توحید خاص کہا ہے۔ یہ توحید صاحبان علم کی ہے جنکو استقامت ذہن نے مجبور کیا ہے کہ وہ ایک خدا کے سوا دوسرا خدا مان نہیں سکتے ممکن تھا کہ عوام الناس کے اقرار توحید کے لحاظ سے چوتھا درجہ توحید عام کا اور قائم کیا جاتا۔ مگر ظاہر اعوام الناس کا اقرار توحید قابل اعتنا

نہ سمجھا گیا۔ العلم عند اللہ تعالیٰ

اس تقسیم درجات کے بعد اس آیت میں کلمہ توحید کی تکرار نے جو لطف دیا ہے اسکو وجدان صحیح کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ وَهُوَ الَّذِیٓ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ افراد انسان میں نفس کا اتحاد باطنی اس اختلاف خیالات کے ساتھ خدا کی اعلیٰ قدرت کا نمونہ ہے

وَلِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِکَةُ وَهُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ آدمی ہو یا جانور یا فرشتہ سب کے سب خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ تکبر نہیں کر سکتے

سجدے سے اس آیہ میں اطاعت قواعد قدرت مراد ہے۔ سجدۂ متعارف مراد نہیں۔ خلاصہ مطلب ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصول قدرت ایسے زبردست ہیں کہ انکے بطلان پر کوئی قادر نہیں۔ منکرین خدا جو خدا کے قائل نہیں وہ بھی موت کے قاعدے کو باطل نہیں کر سکتے نہ اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ خدا کا کوئی قائل ہو یا نہو اسکے احکام قواعد کی اطاعت لابدی ہے یہ اطاعت ہی سجدۂ حقیقی ہے اس آیت میں ذی روح مخلوق کے ذکر نے غیر ذی روح کے ذکر سے مستغنی کر دیا کیونکہ جب صاحبان عقل انحراف نہیں کر سکتے غیر ذی روح کیا کر سکتے ہیں

وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکُلٌّ لَّهٗ قَانِتُوْنَ

ترجمہ۔ ہر شخص نے اسی (خدا) کے روبرو سر اطاعت خم کیا ہے خواہ وہ ساکن آسمان ہو خواہ باشندۂ زمین۔ اور ہر شخص (بالطبع) اسی کا اپنے کو بندہ سمجھتا ہے (یا) اسی کے احکام و قواعد مقررہ کی پابندی کرتا ہے

حضرت امام جعفر الصادق سے پوچھا کہ اسلام کیا ہے فرمایا دِیْنُ اللّٰهِ اِسْمُهُ الْاِسْلَامُ اسلام قدرتی مذہب ہے یعنی خداوند کریم نے ایک طریق خیر بندوں کی نجات کے واسطے مقرر فرمایا ہے اسکا نام اسلام ہے۔ وَهُوَ دِیْنُ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ تَکُوْنُوْا حَیْثُ کُنْتُمْ۔ اسلام مذہب الٰہی

۱؎ قنوت۔ اقرار بالعبودیۃ۔ قانتین ای مطیعین وقیل مقرون بالعبودیۃ ۱۲ مجمع البحرین۔

تھا تمہارے مسلمان ہونے سے پیشتر بھی وَبَعْدَ اَنْ تَكُوْنُوا اور تمہارے مسلمان ہونے کے بعد بھی اسلام مذہب الٰہی رہیگا۔ فَمَنْ اَقَرَّ بِدِيْنِ اللّٰهِ فَهُوَ مُسْلِمٌ جو شخص دین الٰہی کا پابند ہو گا وہی مسلمان ہے وَمَنْ عَمِلَ بِمَا اَمَرَ اللّٰهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ اور جو شخص احکام الٰہی پر عامل ہو گا وہ مومن ہے

الاخبار عن محمد بن زیاد قال یونس بن ظبیان یقول دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام فقلت لہ ان ھشام بن الحکم یقول قولاً عظیماً الّا انی اختصر لک منہ حرفاً انہ یزعم ان اللہ جسم لان الاشیاء شیئان جِسمٌ وفعل جسمٍ۔ فلا یجوز ان یکون الصانع فعل الجسم و یجوز ان یکون بمعنی الفاعل (یعنی الجسم)

راوی مذکور نے حضرت جعفر الصادقؑ سے ہشام بن الحکم کا خیال بیان کیا کہ وہ کہتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز یا جسم ہے یا جسم کا فعل ہے۔ خدا پیدا کرنیوالا ہے لہذا وہ جسم کا فعل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ خود جسم ہے۔

فرمایا۔ ویلہ اما علم انّ الجسم محدودٌ متناہٍ والصورۃ محدودۃ متناھیۃ فاذا احتمل الحدّ احتمل الزیادۃ والنقصان واذا احتمل الزیادۃ والنقصان کان مخلوقاً = افسوس وہ (ہشام) یہ نہیں سمجھتا کہ جسم و صورت دونوں محدود ہیں اور محدود ہونے کے باعث سے ان دونوں میں زیادتی و کمی ممکن الوقوع ہے جس چیز میں کمی و زیادتی ممکن ہو گی وہ مخلوق ہو گی خالق نہیں ہو سکتی۔

راوی کہتا ہے میں نے دریافت کیا کہ پھر میں کیا سمجھوں۔ فرمایا۔ انّہ لاجسمٌ ولا صورۃ وھو مجسّم الاجسام ومصور الصور۔ لم یتجزّٰی ولم یتناہ ولم یتزائد ولم یتناقص۔ لوکان کما یقول (ھشام) لم یکن بین الخالق والمخلوق فرق۔ یہ سمجھ کہ خدا نہ صاحب جسم ہے نہ صاحب صورت بلکہ وہ اجسام اور صورتوں کا بنانے والا ہے

نہ (اجسام مادیہ کی طرح) اُسکی ذاتِ اقدس کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں نہ وہ (اجسام مادیہ) کیطرح متناہی ہے۔ نہ زیادتی کا اُس کی ذاتِ اقدس میں دخل ہے نہ کمی کا۔ ورنہ خالق و مخلوق میں فرق باقی نہ رہیگا

عن محمد بن مسلم قال سمعت اباجعفر علیہ السلام یقول کان اللہ ولا شئی معہ ولم یزل عالماً بما کون فعلمہٗ بہ قبل کونہ کعلمہ بہ بعد ما کونہ۔

محمد ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام ابوجعفر کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ خدا سب سے پیشتر موجود تھا اُسوقت اُسکے سوا اور کوئی نہ تھا جس طرح ہر چیز کو خدا اُسکے بنانے کے بعد جانتا ہے بعینہٖ اُسی طرح اُسکو بنانے سے پیشتر بھی جانتا تھا

عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام قال الارادۃ من المخلوق الضمیر وما یبدو لہ بعد ذلک من الفعل۔ واما من اللہ فارادتہ احداثہ لا غیر ذلک۔ لانہ لا یروی ولا یھم ولا یتفکر۔ وھذہ الصفات منفیۃ عنہ وھی من صفات الخلق فارادۃ اللہِ ھی الفعل لا غیر ذلک۔ یقول کن فیکون بلا لفظٍ ولا نطقٍ ولا ھمۃٍ ولا تفکرٍ۔ عیون الاخبار وبحار الانوار صفحہ ۲۳۰

ترجمہ و توضیح۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر فعل اختیاری کے پیشتر ہملوگوں کے دل میں اسکا خیال پیدا ہوتا ہے جسکو عمل میں لانا چاہتے ہیں پھر قصد کرتے ہیں۔ اکثر قبل فعل نیک و بد نتیجہ پر بھی غور کیجاتی ہے۔ اسکے بعد فعل کا وقوع ہوتا ہے خدا کا ارادہ (Will) اور جس امر کا ارادہ کیا ہے اُسکا حدوث (creation) بالکل ایک بات ہے (مطلب یہ کہ ارادہ اور خلق میں زمانہ حائل نہیں ہو سکتا) خدا کو سوچنے سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی (جو وہ کرتا ہے وہی عقل ہے) خدا کا ارادہ اور فعل (action) بالکل ایک ہے۔ جسکو پیدا کرنیکا ارادہ کرتا ہے اُسکو حکم دیتا ہے کُنْ ہوجا (Be) فیکون وہ اسی طرح پیدا ہوجاتا ہے جس طرح خدا چاہتا ہے چونکہ ارادہ و قصد بلا لفظ واقع ہوتا ہے اسوجہ سے لفظ کن

سے مطلب فقط ارادہ سمجھنا چاہیئے

اس حدیث سے عالم خلق کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ تمام عالم خلق باری تعالےٰ کا خیال اعظم معلوم ہوتا ہے۔ مادہ و روح اور اُنکے جملہ مرکبات صور علمیہ ہیں یعنی باری عزاسمہ کے تصورات ہیں جو مشیّت کے موافق وقتاً فوقتاً ہمارے عالم حواس میں موجود و فانی ہوتے رہتے ہیں۔ حکمائے مصر و ہندوستان کا بھی اس عالم کون و فساد کے متعلق بالکل یہی عقیدہ ہے۔ متاخرین میں ممالک فرنگ کے اکثر فلاسفر بھی اس عالم کو خدا کا خیال اعظم Great Thought کہتے ہیں

اس مطلب کے علاوہ اور چند اسرار اس حدیث میں ایسے مضمر ہیں جنکی تفصیل و توضیح مناسب نہیں معلوم ہوتی۔

قال ابو الحسن الرضا علیہ السلام المشیۃ من صفات الافعال فمن زعم انّ اللّٰہ لم یزل مریداً شائیاً فلیس بموحّدٍ۔ ترجمہ۔ حضرت امام ہشتم فرماتے ہیں خدا کی مشیت یعنی اُسکا ارادہ اُسکا فعل ہے۔ یہ گمان کرنے والا کہ خدا اپنے ارادہ کو معطل نہیں کرسکتا موحد نہیں ہے۔ ارادے کی فاعل ذات اقدس الٰہی ہے۔ یہ اُسکے اختیار کی بات ہے کہ جب چاہے قصد کرے۔ جب چاہے اُس قصد کو معطل کردے چونکہ ترک قصد خود ایک قصد ہے۔ اسوجہ سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ترک قصد سے خدا معطل ہوجائیگا اسی ترک قصد کا نام قیامت کبریٰ ہے یا مَن یُحزِبُ الدُّنیا بِغدرٍ استیمارٍ۔ یہ ایک دعا کا جملہ ہے۔ یہ بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو گذارش ہوا دنیا سے مراد اس جملہ میں تمام عالم مادہ ہے۔ فافہم

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال خلق اللّٰہ المشیۃ قبل الاشیاء ثم خلق الاشیاء بالمشیۃِ کتاب التوحید۔ سب سے پیشتر خداوند عالم نے مشیّت کو پیدا کیا۔ پھر اور موجودات کو مشیّت کے مطابق خلق فرمایا۔

مشیت یعنی کسی امر کا ارادہ یہ خدا کا فعل ہے۔ اسو جہ سے ارادہ مخلوق ہے۔ فعل ہمیشہ فاعل کا محتاج رہتا ہے اس سبب سے ضرور ہے کہ مشیت بھی خدا کی محتاج رہے اب ارادے کا کام میں لانا یا نہ لانا عقل الٰہی پر موقوف ہے دوسرے ارادے کی ضرورت نہیں کہ تسلسل (Continuation) لازم آئے

عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام من عبد اللّٰہ بالتوھم فقد کفر جس شخص نے کچھ قیاس کر کے خدا کی عبادت کی وہ کافر ہے ومن عبد الاسم ولم یعبد المعنیٰ فقد کفر اور اسی طرح جس نے خدا کے نام کی پرستش کی (یعنی بلا معرفت) اور ذات باری (Self) کو چھوڑ دیا وہ بھی کافر ہے۔ ومن عبد الاسم والمعنی فقد اشرک جس شخص نے (بلا حصول معرفت) اسم و مسمّٰی کو ایک سمجھکر عبادت کی وہ مشرک ہے ومن عبد المعنیٰ بایقاع الاسماء علیہ بصفاتہ التی یصف بھا نفسہ فعقد علیہ قلبہ ونطق بہ لسانہ فی سر امرہ وعلانیتہ فاولٰئک ھم المؤمنون حقا۔ مگر جس بندہ خدا نے ذات الٰہی کو اُن تمام صفات سے متصف مانا جو خود باری تعالیٰ نے ظاہر فرمائی ہیں اور اس اعتقاد کے ساتھ عبادت بجالایا۔ اور اتحاد قلب و زبان سے مقر ہو بے شبہ وہ مومن ہے

سئل رجل عن ابی الحسن الرضا علیہ السلام ما الدلیل علی انہ واحدٌ امام ہشتم سے پوچھا کہ خداوند عالم کی یکتائی کی دلیل بیان کیجئے۔ فرمایا۔ قولک انہ اثنان دلیل علی انّہٗ واحدٌ۔ خود یہ تیرا کہنا کہ خدا دو ہیں اس امر کا ثبوت ہے کہ خدا ایک ہے لانک لم تدع الثانی الا بعد اثباتک للواحد۔ کیونکہ تو جبتک پہلے ایک کو ثابت نہ کر لیگا دو کو ثابت ہی نہیں کر سکتا۔ فالواحد مجمع علیہ واکثر من واحدٍ مختلفٌ فیہ۔ خواہ ایک خدا کے قائل ہوں خواہ ایک سے زیادہ کے مگر ایک کے ایک ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور ایک سے زیادہ خدا کا ماننا مختلف فیہ ہے کوئی کہتا ہے کہ خدا ایک ہے کوئی کہتا ہے خدا دو ہیں۔ بنائً علی ذلک بمقتضائے عقل سلیم یہ ہی ہے

کہ ایک خدا کو مانو جسکے واحد ہونے کے مشرکین بھی معترف ہیں۔ عن الصادق ع انہ قال لاجبر ولا تفویض بل امر بین الامرین۔ قیل یابن رسول اللہ ما امر بین امرین قال وجود السبیل الی ایتان ما امروا بہ وترک ما نھو عنہ۔ فرمایا نہ یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو ہر امر میں مجبور کر دیا ہے نہ یہ ہے کہ بالکل اختیار دے رکھا ہے اور خود معطل ہو گیا ہے بلکہ کچھ جبر ہے اور کچھ اختیار ہے کیونکہ خدا نے اپنے بندوں کو ایک ایسی قوت عطا فرمائی ہے جسکے ذریعے سے وہ اوامر الٰہی پر عمل کر سکتے ہیں اور منہیات سے اجتناب کر سکتے ہیں۔

الخطب بزرگان دین علیہم السلام کا قاعدہ تھا کہ بعد نماز یا جب ضرورت ملاحظہ فرماتے تھے ایک مجمع کثیر کو اپنی طرف مخاطب فرماتے تھے اور خداوند عالم کے صفات نہایت سہل و فصیح الفاظ میں بیان کرتے تھے تاکہ سامعین فائدہ حاصل کریں۔ اس عنوان سے بیان مطالب کو عربی میں خطبہ Sermon کہتے ہیں۔ بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مختصر خطبوں کے ترجمے لکھتا ہوں۔

از حضرت علی ع مرتضےٰ۔ مدح و ثنا کا مستحق بس وہی خدا ہے جسکو حواس دریافت نہیں کر سکتے جو مکان میں محدود نہیں ہو سکتا۔ آنکھیں اُسکو دیکھ نہیں سکتیں۔ پردے اُسکو چھپا نہیں سکتے وہ خود قدیم ہے۔ اُسکا قدیم ہونا ہر چیز کو حادث ثابت کرتا ہے۔ مخلوق عالم کو پیدا کر کے یہ ظاہر کر دیا کہ اُنکا کوئی خالق یقینی ہے۔ افراد خلق میں مشابہت پیدا کی تاکہ معلوم ہو جائے کہ اُنکا خالق شبیہ و نظیر سے بری ہے اُسکے وعدے بالکل صحیح ہوتے ہیں۔ اسکا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ وہ اپنے بندوں پر ظلم کرے وہ محض عدل و انصاف کے ساتھ اپنے بندوں کا فیصلہ فرماتا ہے

عالم خلق کی ہر چیز جو فانی بنائی گئی ہی بناتی ہے کہ ہمارا بنانیوالا ازلی و ابدی ہے وہ خدا ایک ہی ہے مگر اُسکی وحدت وحدتِ عددی کے خلاف ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیگا

ہم خدا کو حواس وفہم سے دریافت نہیں کر سکتے بلکہ نفوس مجردہ عن المادیات پر بقدر طاقت ایسے انوار الٰہیہ کی تجلی ہوتی ہے جسکو اصطلاح میں خدا کا دیکھنا کہتے ہیں باطنی آنکھیں اُسکے وجود کی گواہ ہیں کسی کی عقل اسکو دریافت نہیں کر سکتی۔ بلکہ خدا نے بقدر مناسب خود اپنے کو عقول مجردہ پر ظاہر فرمایا ہے۔ پھر اُسی عقل نے بتایا کہ ہم خدا کو نہیں سمجھ سکتے

از حضرت علی بن موسی الرضاؑ۔ سزاوار حمد وثنا وہ ذات اقدس ہے جس نے اپنی قدرت کاملہ اور عقل غیر محدود سے ہر چیز کو پیدا کیا۔ اگر وہ کسی چیز سے کسی دوسری چیز کو پیدا کرتا اختراع جاتا رہتا بلکہ ہر شے خدا نے بلا مثال پیدا کی ہے اسکو ایک خیال پیدا کرنے کے واسطے دوسرے خیال کی ضرورت نہیں ہوتی ورنہ ابتدا جاتی رہتی (انسانی خاصہ ہے کہ پہلے خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا ہے جسکو انگریزی میں association کہتے ہیں خداوند عالم اس نقص سے بری ہے) عقل و وہم کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ صفات خدا بھی ذات خدا کے اظہار سے قاصر ہیں۔ وہ چشم مخلوقات سے پوشیدہ ہے مگر یہ پوشیدگی کسی حجاب کے باعث سے نہیں ہے۔ سوا اُسکے اور کوئی خدا نہیں وہی صاحب عزت وعظمت ہے۔ بحار الانوار جلد ۲ ص ۲۹۲

از امام ہفتم علیہ السلام۔ ایک خدائے حقیقی کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے وہ موجود ہے مگر کیفیات جسمانیہ سے بالکل علیحدہ ہے۔ جسطرح آفرینش عالم سے پہلے وہ صاحب قدرت تھا اُسی طرح زوال عالم موجود کے بعد بھی صاحب قدرت رہیگا۔ خدا کی تعریف قدرت بشری سے خارج ہے۔ وہ صاحب حیات ہے۔ مگر حیات کے واسطے کسی دوسرے کا محتاج نہیں۔ جو چاہا پیدا کیا اور جو چاہیگا وہ پیدا کرتا رہیگا۔ مادی وغیر مادی سب اُسی کے مخلوق ہیں

الدعا اظہار خیالات عارفانہ کا ایک ذریعہ دعا بھی ہے۔ دعا کے معنے لغت عرب میں مجازاً دو ہیں۔ کسی کو بلانا اور کسی سے کسی حاجت کا طلب کرنا۔ یہ دعا ہے مگر اسلام کے زمانے میں دعا کا لفظ اُس طلب حاجت کیواسطے مخصوص ہو گیا جو بندے خدا سے مانگتے ہیں۔ خدا سے طلب

حاجات کا دستور قدیم الایام سے جاری ہے میرا خیال ہے کہ خدا کے یقین کے بعد جو دوسرا خیال انسان کے دل میں آیا ہوگا وہ یہی طلب حاجت ہے۔ حال آنکہ دعا تقدیر الٰہی کو رد نہیں کرسکتی مگر کسی عمدہ مطلب کی تمنا اور اُسکے حصول کی خواہش اور دعا کے ذریعہ سے اُس کی تکرار نفس ناطقہ کو اعلیٰ خیالات سے آراستہ کرنیکا ایک بہت عمدہ عمل ہے

مصر میں جب خود اہل مصر حکمرانی کرتے تھے وہاں مذہب کے مراسم ادا کرنے کیلئے مخصوص دعائیں تھیں جو قبطی (Coptic) زبان میں عندالضرورت پڑھی جاتی تھیں۔ مغفرت ذنوب اور تنویر نفوس ناطقہ کیواسطے بہ کثرت دعائیں موجود ہیں۔ انگریزی زبان میں بکثرت وہ اہل مصر کی کتابیں موجود ہیں جو براہ راست قبطی زبان سے ترجمہ ہوئیں ہیں اور وہ ہر ضرورت کی دعاؤں سے مملو ہیں۔ غالبًا یہ عنوان اظہار مطلب حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ علیہما السلام نے مصر میں ملاحظہ فرمایا اور وہاں سے معاودت کے بعد اپنی زبان اور اپنی قوم میں رواج دیا۔ چنانچہ یہود ونصاریٰ کے کتب مقدسہ میں بھی بکثرت دعائیں (Prayers) موجود ہیں۔ مگر مجھے حیرت یہ ہوتی ہے کہ مشرکین عرب جب اپنے بتوں سے طلب حاجت کرتے تھے کیونکر کرتے تھے اسوقت تک کوئی دعا اُن مشرکین کی جو مدح اصنام وطلب حاجات پر شامل ہو میری نظر سے نہیں گزری ورنہ اُن دعاؤں کے ذریعے سے اُنکے خیالات کی بلندی وپستی معلوم ہوتی اور اسلام کی کوشش کا حال ظاہر ہوتا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بتوں کے نام۔ اُن کی تعداد۔ ایام جاہلیت کے اشعار یہانتک کہ مجاورین کعبہ کے نام یہ سب موجود مگر دعائیں معدوم!!

ہندوستان وایران میں بھی خدا سے طلب حاجات کا طریقہ قدیم الایام سے جاری ہے۔ دین براہمہ اور آئین زردشتی نے بھی ہر ضرورت مذہبی بلکہ رفع آلام وامراض۔ ادائے قرض وتباہی دشمن وغیرہ مطالب متنوعہ کے واسطے سنسکرت اور پہلوی زبان میں دعاؤں کے ذخیرے فراہم کردئے ہیں

ہر جگہ دعاؤں میں اول خدائے کارسازی کی تعریف ہوتی ہے۔ پھر اکثر بزرگانِ دین کے نفوس سے مدد اسکے بعد اظہار مطالب کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ غالباً اسوجہ سے جاری کیا گیا ہی کہ طالب حاجت کے خیالات پہلے سے ذکر الٰہی کیطرف راغب ہوں اور نفس میں توجہ کامل پیدا ہو جائے۔ اس توجہ کامل کے بعد اظہار مطالب کا نتیجہ غالباً اچھا ہوتا ہوگا ورنہ یہ عنوان رواج نپاتا۔ دوسرا فائدہ یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اگر دعا کسی مصلحت سے قبول نہو اسوقت ذکر الٰہی ثواب کا ذریعہ ہوکر طالب حاجت کی محنت ضائع نہ ہونے دے۔ البتہ دعا کے پہلے یا بعد بزرگان دین کے واسطے دعائے خیر۔ اللھم صل علی محمدٍ و آلِ محمدٍ محض اسلام کا طریقہ ہے اور کہیں میری نظر سے نہیں گذرا۔ واللہ اعلم

ہمارے مذہب میں دعا کی ابتدا نزول قرآن کے بعد ہوئی ہے بلکہ امر حق یہ ہے کہ قرآن ہی نے ہم لوگوں کو ابتداءً دعا مانگنے کا طریقہ بتایا ہے مثلاً رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ الخ یا مثلاً رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ۔ یا مثلاً رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ یا مثلاً رَبِّ ارْزُقْنِيْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ۔ یہ سب دعائیں ہیں۔ نزول قرآن کے پہلے جب آنحضرت صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہٖ مبعوث برسالت نہوئے تھے اُسوقت جن الفاظ و عبارات میں وہ تحمید خدا یا طلب حاجات فرماتے تھے وہ آج اہل زمانہ کی غفلت سے معدوم ہیں ورنہ ان دونوں زمانوں کی دعاؤں سے آنحضرت کے خیالات کا مقابلہ کیا جاتا اور بہت عمدہ نتائج علمی حاصل ہوتے

بہر صورت دعا سے صاحب دعا کے خیالات کا اظہار ہوتا ہی اور ہر شخص بے دلیل و حجت یہ سمجھ سکتا ہے کہ فلاں دعا کا مولف کس دل و دماغ کا آدمی ہے یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اگر مولف دعا کے خیالات اعلیٰ وارفع ہیں اور نفس مرتبہ کمال تک پہنچ چکا ہے ایسے شخص کی دعائے مولفہ کے پڑھنے سے عجب لطف و کیفیت حاصل ہوتی ہی جسکا اظہار نہیں ہوسکتا

ورنہ نہ دلچسپی حاصل ہوتی ہے نہ لطف ملتا ہے۔۔ چند مختصر دعاؤں کا ترجمہ :-

(۱) یا خدا میں تیرا محتاج ہوں تیرے عذاب کے خیال سے ڈر رہا ہوں۔ اے میرے پروردگار نہ میرے نام کو بدل نہ میرے جسم کو۔ اے میرے پرورش کرنیوالے مجھ پر ایسی مصیبت نازل نہ کر جس سے موت بہتر سمجھی جائے۔ دشمنوں کے طعن و تشنیع سے محفوظ رکھ۔ تجھکو گناہوں کا معاف کرنے والا سمجھکر عرض کرتا ہوں کہ میرے گناہ عفو فرما تیرے غضب سے تیری ہی پناہ چاہتا ہوں۔ جو تو نے اپنے صفات بیان کئے ہیں بیشک تو اسی طرح ہے۔ جو آدمی تیری تعریف کرتے ہیں تو اس سے کہیں زیادہ ہے

(۲) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ التَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃَ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَلَا سْتِعْدَادَ لِلْمَوْتِ قَبْلَ حُلُوْلِ الْفَوْتِ۔ خداوندا مجھے توفیق دے کہ میرا دل دنیا کی طرف سے جو بالکل دار الغرور ہے پھر جائے اور توفیق دے کہ ہمہ تن اس مقام کی طرف رجوع کروں جو باقی رہنے والا ہے اور موت کے آنے سے پہلے مجھے موت کے واسطے مستعد کر دے (فائدہ) اس دعا کی ابتدا لفظ اللّٰھم سے کیگئی ہے یہ لفظ عبرانی الاصل ہے اور اَلُوْھِیْم کا معرب ہے

جب کثرت ریاضت و عبادت سے نفس ناطقہ کو مادہ اور مادیات سے تنفر پیدا ہوتا ہے اور علم حقیقی کا انکشاف شروع ہوتا ہے اسوقت خود بخود حقیقی اور غیر حقیقی کا فرق معلوم ہوتا ہے اور بالطبع حقیقی کی جانب رغبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ رغبت تعلقات دنیاوی سے نفس کو بالکل آزاد کر دیتی ہے - اس آزادی کو اِسْتِعْدَادِ لِلْمَوْت کہتے ہیں جسکی اس دعا میں خواہش ظاہر کیگئی ہے

(۳) یَا مَنْ لَا یَشْغَلُہٗ سَمْعٌ عَنْ سَمْعٍ - وَلَا یُغَلِّطُہُ السَّائِلُوْنَ - وَلَا یُبْرِمُہٗ اِلْحَاحُ الْمُلِحِّیْنَ - اَذِقْنَا بَرْدَ عَفْوِکَ وَحَلَاوَۃَ رَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

ترجمہ - تو وہ شخص ہے (یعنی خدا) جسکو ایک آواز دوسری آواز کے سننے سے مانع نہیں

ہوسکتی (یعنی ایک وقت خاص میں وہ سارے عالم کی فریاد سنتا ہے) تو وہ شخص ہے جسکو سوال کرنیوالوں کی کثرت دھوکا نہیں دیکتی۔ تو وہ شخص ہے جسکو اہل حاجت کا اصرار وابرام ناگوار نہیں ہوتا۔ ہم سب کو اپنی رحمت سے کامیاب فرما

(۴) اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ اِنْ تُعَذِّبْنِیْ فَبِاُمُوْرٍ قَدْ سَلَفَتْ

ترجمہ۔ خداوندا میں تیرا بندہ اور بندہ زادہ ہوں اگر مجھے سزا دیگا (وہ سزا خلاف انصاف نہوگی۔ کیونکہ) وہ عوض میں ہوگی اُن گناہوں کے جو میں کرچکا۔ وَاَنَا بَیْنَ یَدَیْکَ بِرُمَّتِیْ میں تیرے اختیار میں ہوں کہیں جا نہیں سکتا وَاِنْ تَعْفُوْ عَنِّیْ فَاَھْلُ الْعَفْوِ اَنْتَ یَا اَھْلَ الْعَفْوِ۔ اور اگر تو میری غلطیوں سے درگذر فرمائے (کوئی تعجب نہیں) کیونکہ عفو کرنا تیرا کام ہے نَا اَحَقُّ مَنْ عَفٰی اِغْفِرْلِیْ وَلِاِخْوَانِیْ۔ عفو تجھی کو سزاوار ہے۔ میرے اور میرے بھائیوں کے گناہ بخشدے۔

(نکتہ) اسمیں شبہ نہیں کہ ہم لوگوں کے مذہب میں خوف الٰہی کا عنصر زیادہ ہے کیونکہ عرب جو بکثرت جاہل اور بشدت سخت دل تھے وہ جسقدر خوف کے اثر سے متاثر ہوئے رحم سے نہیں ہوسکتے تھے۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہمارے مذہب میں محبت الٰہی کا عنصر معدوم ہے۔ جسطرح عذاب الٰہی سے ڈرنے کا حکم ہے اُسی طرح رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ یہ بھی حکم ہے کہ خدا سے ڈرو اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا۔ اور یہ بھی تاکید ہے کہ خدا سے محبت کرو۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ حضرت علی مرتضےٰ ایک جگہ کسی خطبہ میں فرماتے ہیں وَخَلْقُکَ عِیَالُکَ تیرے مخلوق تیری عیال ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ ہر نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہو بلکہ ہر کام کی ابتدا اسی جملہ مطہرہ سے کرو

توحید مذاہبِ مختلفہ

اسی کتاب کی تمہید میں لکھ چکا ہوں کہ عنایتِ الٰہی سے ہم شیعیانِ علیؑ مرتضٰے کے جملہ عقائدِ مذہبیہ یونیورسل ہیں۔ اس دعوے کے ثبوت میں جب اپنے مذہب کی توحید و معرفت کی تحریر سے فراغ حاصل ہوا بالاختصار مذاہبِ عالم کے مسائل توحید و الہیات کا لکھنا بھی ضروری سمجھا۔ صاحبانِ عقل و خرد واقف ہیں کہ امر حق و واقعی میں اختلاف ممکن نہیں۔ علی الخصوص جب تمام دنیا کے خیالات کسی ایک امر خاص پر متفق ہو جائیں پھر اسمیں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی اس طریقہ استدلال سے جو بالکل ایک نیا طریقہ اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔

مذہب اثنا عشری کی خوبی اور بزرگانِ دین علیہم السلام کی تکمیل نفس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کیسی خداداد استقامت ذہن اُن کو حاصل تھی جس کی برکت سے اُنکے دماغ نے کبھی کوئی خیال باطل پیدا نہیں کیا اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے اس تجربے سے زیادہ اور کونسی دلیل ایسی ہو سکتی ہے جس سے یہ ثابت کیا جائے اور سارا عالم مان لے کہ ہمارے پیشوایان دین علیہم السلام یقیناً موید من اللہ تھے

اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ رسالت و امامت وغیرہ جملہ عقائد مذہب کا مقابلہ مذاہب مختلفہ کے عقائد سے بحوالہ کتب معتبرہ کیا جائیگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

خدا کی رحمت کسی ایک قوم یا ایک ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی جسطرح اعضائے ظاہری و قوائے باطنی من حیث الوجود تمام بنی نوع انسان کے ایک ہیں۔ اسی طرح اُن کی ہدایت کے واسطے بھی ایک ہی طریق حق مقرر کیا گیا ہے بے شائبہ ریب یہ خداوند عالم کا فرض بلکہ مقتضائے عقل و رحمت ہے کہ اپنی مخلوق کو ہدایت فرمائے اور ایک سچی بات تمام عالم کو سکھلائے آئندہ بندوں کو اختیار ہے خواہ راہ راست اختیار کریں یا طریق باطل کی پیروی کریں

جو مذاہب اسوقت دنیا سے معدوم ہو چکے اُن کا اقتباس زائد از ضرورت ہے فقط مذاہب موجودہ کے بیان عقائد پر قناعت کرتا ہوں۔

آریہ قوم کے لوگ جو وسط ایشیا یعنی بلخ و بخارا وغیرہ کی طرف سے ہندوستان میں آئے اور اب وہی ہندو مشہور ہیں۔ انہیں کو کتب علم کلام میں براہمہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ اس قوم کی الہامی کتاب کا نام "وید مقدس" ہے۔ وید کا اشتقاق لفظ وِدْ سے ہوا ہے جو سنسکرت میں العلم دانستن کا مرادف ہے۔ یہ تعداد میں چار ہیں رگ وید۔ شیام وید۔ یجر وید۔ اور اتھرواوید

اس اتھروا وید کے بھی تین حصے ہیں۔ ایک کا نام سَن ہِیتا ہے اسمیں علمی اور عارفانہ نظمیں ہیں جسکو ہندی میں اشلوک کہتے ہیں۔ دوسرا حصہ جسکا نام برہمنا ہے اسمیں مذہب کی رسمیں اور عبادت کے طریقے شامل ہیں تیسرے حصے کا نام اُپنیشَد ہے۔ اسمیں الہیات۔ تکوین عالم وغیرہ مسائل فلسفیانہ انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔

سنسکرت میں ان سے زیادہ اور کوئی کتاب پُرانی نہیں ہے۔ وید کا طریقہ تعلیم موحدانہ ہے۔ مگر بضرورت استعاروں کے استعمال نے تاویل کی ضرورت پیدا کر دی ہے خداوند عالم کے صفات اکثر استعاروں میں بیان کئے ہیں

رگ وید کا ایک بہت پُرانا نسخہ جو بہت صحیح سمجھا گیا ہے بہزار مشکل جرمن میں دستیاب ہوا اور اسکی نقل و ترجمہ ہندوستان و انگلستان میں نہایت شوق سے طبع کیا گیا۔ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے۔ اسمیں حلولِ جسم وغیرہ صفات مادیہ سے خدا بالکل منزہ مانا گیا ہے۔ اور وحدت الوجود سے بھی قطعاً انکار کیا ہے

اس مختصر تاریخ کے بعد اب کچھ مطالب توحید رگ وید وغیرہ کتب معتبرہ اہل ہنود سے ترجمہ کر کے لکھتا ہوں۔ یہ وہ کتابیں ہیں جو کم عقل اور خود غرض برہمنوں کے دست تصرف سے محفوظ خاص خاص کتب خانوں میں ابتک موجود ہیں۔[1]

---

[1] ریاست اودیپور کا کتبخانہ سنسکرت کی کتابوں کے واسطے مشہور عالم ہے اسمیں ایک کتاب جسکا نام یاد نہیں ہے دس ہزار برس کی ابتک موجود ہے۔

جب نہ عدم تھا نہ وجود اُسوقت خداوند عالم اپنی خوشی سے (بلا جبر و اکراہ) ظاہر ہوا (اظہار قدرت کیواسطے عالم خلق کیا) خدا کے علاوہ اُس وقت کوئی چیز موجود نہ تھی۔ رگ وید

"خدا ایک ہے کوئی دوسرا خدا نہیں۔ خدا ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں" (چھان دوگیا اپنیشد)

"خدا جس کا نام نور غیر محدود ہے اُس کا کوئی شبیہ و نظیر نہیں۔ وہ ذہن میں نہیں آ سکتا۔ آنکھ اُسکو نہیں دیکھ سکتی (بطلان رویت) جن لوگوں نے یہ مان لیا ہے کہ ہمارا دل اُس کا گھر ہے اور عقل و محبت سے اس خیال پر قائم ہیں وہ ایسے زندہ ہیں کہ اُنکو موت نہیں ہے" شیوتش وِتارا اُپنیشد

"خدا عظیم القدر ہے۔ طاہر ہے ہر عیب سے۔ اُس کا اصل حال کوئی خیال نہیں دریافت کر سکتا"۔ ایضاً

"وہ (خدا) بالکل ایک ہے۔ لیکن صفت خلق کے لحاظ سے اُسکو برہما (صاحب عقل و خلق) کہتے ہیں۔ وہ (خدا) عالم کا حافظ و نگہبان ہے۔ اس وجہ سے اُسکو وِشنو کہتے ہیں۔ اور وہی تمام عالم کا مفنی ہے۔ اس خیال سے اُسکو شیوا کہتے ہیں۔ خلق۔ حفظ اور فنا کا وہی سبب اصلی ہے"۔ وشنو پُران

"وَرُن وُنا (خدائے اعظم) ہر چیز کو اس طرح دیکھتا ہے گویا وہ بالکل اُسکے پاس ہے جب دو شخص باہم آہستہ آہستہ گفتگو کرتے ہیں۔ خدائے اعظم وہاں اس طرح موجود ہوتا ہے گویا وہ تیسرا شخص ہے۔ اگر بفرض محال کوئی شخص آسمانوں کی حد سے نکلجائے۔ پھر بھی خدا کی حکومت سے باہر نہیں ہو سکتا۔ اُسکے سفیر بہشت سے زمین کی طرف آتے ہیں اور ہزار آنکھ سے اس زمین کو دیکھتے ہیں۔ آدمیوں کی پلک جھپکانے کی تعداد اُسکو معلوم ہے"۔ اتھروا وید

"خدا دیکھنے میں نہیں آ سکتا۔ اُس کی کوئی ماہیت نہیں۔ آنادی (قدیم) ہے جو گھ

موجود ہے۔ لطیف ہے۔ عقلمند اُسکو عالم کا اصل الاصول جانتے ہیں۔ منڈل اکا اپنیشد

دُیوتا (فرشتے) اور رشی (پیغمبر) بھی میرے اصلی حال سے آگاہ نہیں ہیں

میں اُنکے پیشتر موجود تھا اور میں ہی اُن سب کا خالق ہوں" بھگوت گیتا[1]۔ منڈلہ دھم

اے انسانوں سب سورج وغیرہ اشیار کا قائم رکھنے والا اور جسقدر عالم ہو چکا ہی

اور آگے ہوگا اُس سب کا بے عدیل و شریک مالک پرمیشور ہے۔ وہ اس عالم کی پیدائش

سے پہلے موجود تھا جس نے زمین سے لیکر سورج تک تمام عالم کو پیدا کیا ہی ستیا پرکاش صفحہ ۲۴۲

آتما[2] (نفس) جسکا ادراک نہیں کر سکتا مگر آتما اُسکا مطیع ہے وہی پر برہما

(خالق) ہے۔ کین اُپنیشد

تصوف (یوگ) اور فلسفے کے رواج نے توحید کی سادگی میں جو ویدں کے زمانے

میں تھی بہت وقت پیدا کر دی اور الٰہیات کا نام "ویدانت" رکھا گیا۔ بکثرت کتابیں تصنیف

ہو گئیں۔ شنکر اور رامانوج وغیرہ حکمار نے اپنے اپنے تلامذہ کا گروہ علیحدہ علیحدہ

قائم کیا۔ رفتہ رفتہ بہ لحاظ اختلافِ خیالات حکمار موحدین کے سات فرقے ہو گئے زیادہ

زمانہ گزرنے کے بعد فلسفہ اور تصوف اور نفس مذہب میں کوئی فرق کرنیوالا نہ رہا۔ مگر

ویدوں کی توحید بالکل سادہ اور بے دقت ہے

برہمو پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ تعددِ قدما کے قائل ہیں۔ اس وجہ سے

ان کی توحید ناقص ہے۔ یعنی خدا کی طرح یہ لوگ مادہ اور روح کو قدیم مانتے ہیں جب

مادہ اور روح قدیم (انادھ) ہوئے اور خدا بھی قدیم ہے۔ لازم آیا کہ خدا۔ نعوذ باللہ۔

اُسکا خالق نہیں ہے۔ بلکہ مادہ و روح بھی خدا کی طرح بالذات موجود ہیں۔ اس دلیل سے

تین خدا ہوئے۔ ایک خدائے حقیقی ایک مادہ ایک روح

اصل یہ ہے کہ اس مسئلے کا تعلق فلسفۂ توحید سے ہے جسکا وجود ویدوں کے

---

[1] اکثر برہمن اس کتاب کو بھی آسمانی کتاب مانتے ہیں۔ [2] آتما نفس بھی مخلوق مانا گیا ہے۔

عرصے کے بعد ہوا ہے۔ علمائے فلسفہ توحید (ویدانتی) کا عقیدہ ہے کہ خداوند عالم عند العقل مادہ و روح کا خالق و مکون ہے لیکن فی الخارج ہمکو کوئی زمانہ ایسا نہیں ملتا جب خدا موجود ہو اور مادہ اور روح موجود نہوں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ اس عرصے تک خدا معطل رہا جسکا تعطل خلاف عقل ہے۔ اس لحاظ سے مرتبہ ذات میں عند العقل خدا کو مادہ و روح پر تقدم ہے۔ مگر عالم خلق میں تقدم ماننے کیواسطے زمانے کی ضرورت ہوگی اور اپنے قدیم ہونے میں خدا زمانے کا محتاج ہو جائیگا۔ یہ بھی درست نہیں۔ اِس خیال سے ویدانتی خداوند عالم کو قدیم عقلی اور مادہ و روح دونوں کو حادثِ عقلی سمجھتے ہیں

ایران کے باشندے بھی وسط ایشیا سے ایران میں آکر آباد ہوئے۔ قدیم الایام سے یہ لوگ بھی آریہ قوم کی ایک شاخ ہیں۔ ان لوگوں میں کبھی بُت پرستی کا رواج نہیں ہوا ایک انگریز اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ ایران کی قدیم عمارتیں اور اصطخر وغیرہ مقامات پر زمین کھودنے کے بعد بھی آج تک کوئی بُت برآمد نہیں ہوا کہ یہ سمجھا جاتا کہ ایران میں بت پرستی کا رواج تھا۔ البتہ عبادت کے وقت آتش روشن محض خیال کی یکسوئی کے واسطے بطور قبلہ سامنے رکھتے ہیں۔ مگر کوئی زردشتی اُس آتش کو خدا نہیں سمجھتا۔ اسی طرح چاند اور سورج کے روبرو خداوند عالم کی تعریف بھی شرک فی العقیدہ نہیں ہوسکتی۔ ایک انگریز محقق و صاحب انصاف کی رائے ہے کہ "آگ کا استعمال دین زردشتی میں الحاقی ہے"۔ اور "آتش و نور مادی کو دین زردشتی کی مقدس کتابوں میں خداوند عالم کا مخلوق ثابت کیا ہے"

سب سے زیادہ الزام جو دین زردشتی پر عائد کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ اِس مذہب میں دو خدا تسلیم کئے گئے ہیں۔ یزدان اور اہرمن۔ یونان کے مورخ جو ژندِ مقدس کی زبان سے واقف نہ تھے وہ بھی زردشتیوں کو دو خدا کے ماننے والے

سمجھے ہوئے تھے مگر اس زمانے میں جب ہر چیز کی تحقیق نہایت انصاف و سرگرمی کے ساتھ کیجاتی ہے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ دو خدا کا یقین ہر گز ایران میں رائج نہیں ہوا چنانچہ سنجانا پشتن جی۔ بی اے جو اس زمانے میں اپنے دین و آئین کے بہت لائق عالم ہیں اس بے سروپا الزام کی تردید میں لکھتے ہیں

"ہماری مذہبی کتابیں بہت صراحت کے ساتھ اس خیال کی تردید کرتی ہیں کہ دین زردشتی میں دو خدا مانے گئے ہیں۔ درحقیقت یہ ہے کہ انسان کی پاکیزہ و مقدس روح اور عمدہ خیالات کو زبان پہلوی میں اسپنتامی نیو Good Mind (کہتے ہیں۔ اسکے بعد کی فارسی میں یزدان اسکا ترجمہ ہوا۔ اسی طرح نفس خبیث کو پہلوی میں انگر امی نیو Bad Spirit کہتے ہیں اور اسکے بعد اہرمن"

"کتب مقدسہ میں بہت صراحت کے ساتھ لکھدیا ہے کہ یہ دونوں پاکیزہ و ناپاک روحیں (قوتیں) یقین اور فعل میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان دونوں کا حال بذریعہ وحی و الہام اھورامزدا (خدائے عاقل) نے حضرت زردشت کو تعلیم فرمایا ہے۔ اب شبہ نہ رہا کہ یزدان و اہرمن انسان کے نفس کی دو مختلف حالتوں کا نام ہے"

مضامین عارفانہ —

"خدا کا وجود واقعی کیسا ہے۔ اسکا حال کسی کو نہیں معلوم۔ وہی اپنے حال سے واقف ہے" دساتیر مقدس

"میرا پہلا نام اَھمِی ہے" یعنی میں ہوں ارمزد یشت

"اے خدائے یکتا تیرا کوئی ثانی نہیں میں تیری کیا تعریف کرسکتا ہوں" یسنا۔

"میں اسکو پکارتا ہوں جو سب سے زیادہ عظیم الشان ہے" ایضاً

"خدا فرماتا ہے میں حافظ ہوں۔ میں حیات کا دینے والا ہوں۔ میں عالم ہوں میں ہی روحانی ترقی کا باعث ہوں۔ میرا نام اَہُورا زندگی کا دینے والا میرا نام مَنْ دا صاحب عقل ہے" یشت ۱-۱۲

"اہورا من دا فرماتا ہے میری عقل نے اس دنیا کی ابتدا کی۔ اور میری ہی عقل اُسکا خاتمہ کر دیگی" یشت ۱-۲۵

"وہ ایک خدا ہے جسکے پہلے کوئی خدا نہ تھا" یَسنا-۲۸

"اے اہورا من دا میں تجھے صاحبِ قدرت اور خالق عالم جانتا ہوں کیونکہ تو اپنے ہاتھ سے (ہاتھ سے مراد قدرت ہے بالاستعارہ) گناہگاروں اور بے گناہوں کی یکساں مدد کرتا ہے اور سب کو برکت عنایت فرماتا ہے" اشتسوا گاتھا

بُودھ مذہب کے بانی گوتم بُودھا نے بیان مسائل توحید میں حد سے زیادہ بلند خیالی سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نافہم سمجھتے ہیں کہ بُودھ مذہب کے ماننے والے خدا کے قائل نہیں ہیں مگر یہ اعتراض بالکل پادر ہوا ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ گوتم بودھا نے اپنے تابعین کو ایک غیر شخصی (Impersonal) خدا کے روبرو سر تسلیم خم کرنا سکھایا ہے خدا کے صفات جو انسانی صفات سے مشابہ ہیں وہ اس مذہب میں نہیں ہیں۔ یہ لوگ وجود خدا سے انکار نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ خدا کی ذات و صفات ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہے۔ اسی وجہ سے الہیات کا رواج ان لوگوں میں نہیں ہے۔ نہ کوئی نام خدا کا ان کے مذہب میں ہے کیونکہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو چیز فہم و ادراک سے خارج ہو اُسکے حصول کی کوشش بالکل عبث ہے بلکہ تہذیب اخلاق و افعال پر بہت زور دیا گیا ہے

میں بھی چند جملوں پر جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بودھ مذہب والے بھی ایک خدا کے

قائل ہیں قناعت کرتا ہوں

ہم لوگ برہما (خدائے خالق) کو جسے وِسْتھا[1] کہتے ہیں جانتے ہیں (یعنی خلق کو دیکھکر اُسکے خالق کے ضرور قائل ہیں) اُس عالم سے بھی واقف ہیں جو برہما کا عالم ہے (عالم العقل - برہم لوکا) اُس راہ سے بھی آگاہ ہیں جو برہما تک پہنچا دیتی ہے اِس سب کو اسطرح جانتے ہیں جس طرح وہ شخص جانتا ہے جو اس عالم کے اندر موجود ہی تی دجا سُتّا

یھود عبرانی لفظ یھودیہ سے بنا ہے - یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں ہیں - حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار برس پیشتر یہ لوگ ایشیائے کوچک (Mesopotamia) سے کنعان و فلسطین میں آباد ہوئے ایک خدا کے وجود کا اقرار اُنہوں نے اپنے مورث اعلیٰ سے حاصل کیا اور مدت دراز تک اسی عقیدے پر قائم رہے - مذہبی عقائد ابتدا میں یہودوں نے مصر و ایران سے حاصل کئے تھے اور فلسفہ کا سبق یونان سے لیا تھا

ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ خدا ہر آدمی کا بادشاہ ہے اعلےٰ درجے کے موحدین خدا کی تجلی سے مستفیض ہوتے ہیں

دوندگان صحرا سے پوچھ وہ تجھے بتائیں گے - جانوران ہوائی سے استفسار کر وہ تجھے سمجھائیں گے - زمین سے دریافت کر وہ تجھے بتلائے گی - ماہیانِ دریا سے سوال کر وہ تجھے بتا دیں گی - ان میں کون ایسا ہے جو یہ نہ سمجھے گا کہ خدا کے ہاتھوں نے مجھے بنایا ہے - جسکے اختیار میں ہر ذی حیات کی روح اور ہر آدمی کی سانس ہے - زبور مقدس

"خدا کے حکم کے ساتھ سب آسمان پیدا ہوئے - اور ان سب آسمانوں کے رہنے والے اُس کی سانس سے وجود میں آئے - اُس خدا نے سمندر کے پانی کا باوجود روانی انبار لگا دیا - زمین سے کہو کہ وہ خدا سے ڈرے - ساکنانِ عالم سے کہو کہ وہ خدا سے

ملہ چیمبرس انسکلوپیڈیا

خائف رہیں۔ کیونکہ اُسکے حکم کے ساتھ ہی سارا عالم پیدا ہوا۔ زبور مقدس ۳۸

اس عبارت میں سانس کا لفظ ظاہرا عقل الٰہی سے کنایہ ہے۔ جس طرح بے تنفس آدمی زندہ نہیں رہسکتا۔ اسی طرح عقل معطل نہیں رہسکتی

”اے اسرائیل سُن خدا جو ہمارا حاکم ہے وہ ایک ہے

حضرت مسیح علیہ السلام کے تابعین بھی ایک ہی خدا کے قائل تھے مسئلہ تثلیث (Doctrine of Trinity) اور مسئلہ ابنیت دونوں بعد کے ایجاد ہیں

اس وقت ان دونوں مسئلوں سے بحث مقصود نہیں فقط ایک جملے کی نقل پر قناعت کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ

”سوا ایک خدا کے دوسرا خدا نہیں ہے“ کُورنتھیانس ۴-۸

آدابُ المُوَحِّدِین

خدا کا یقین جس قدر کامل ہوتا جائیگا۔ نفس سالک میں تواضع پیدا ہوتی جائیگی۔ اسی وجہ سے احادیث صحیحہ میں تواضع حقیقی کو قبول توبہ کی علامت قرار دیا ہے۔ ایمان کے درجہ میں خود بخود یا بطور الہام اُن امور سے اجتناب کا خیال پیدا ہوتا ہے جو مرتبہ ربوبیت کے خلاف ہوتے ہیں۔ قسم بلا ضرورت شرعیہ خلاف ادب سمجھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل معرفت اغراض ذاتیہ کے واسطے قسم کھانیکو خلاف شان الٰہی جانتے ہیں۔ اپنا نقصان گوارا کرتے ہیں مگر قسم نہیں کھاتے

عن علی ابن حمزۃ عن ابی بصیر قال حدثنی ابو جعفر علیہ السّلام ان اباہ کانت عندہ امرأۃ من الخوارج اظنہ قال من بنی حنیفۃ ابو بصیر کہتا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے تھے کہ اُنکے والد ماجد کے نکاح میں ایک زن خارجیہ تھی مجھے خیال ہوتا ہے کہ شاید حضرت نے اُس عورت کو قبیلۂ بنی حنفیہ سے بتایا تھا فقال لہ مولیٰ لہ یا ابنَ رَسُولِ اللّٰہِ ان عندک امرأۃ تبرء من جدّک فقضی لابی انہ طلّقہا۔ ایکدن ایک غلام نے عرض کی کہ یا ابن رسول اللہ فلاں عورت جو آپ کے نکاح میں ہے وہ آپکے جد امجد سے بیزاری ظاہر کرتی ہے یہ سنکر کچھ حضرت کے دل میں آیا اور آپنے اُسکو طلاق دیدی۔ فادعت علیہ صدا قہا۔ اس عورت نے طلاق لیکر اپنے مہر کا دعوی کرنا چاہا فجاءت الی امیر المدینۃ تستعدیہ آخر کار یہ عورت حاکم مدینہ کے پاس آئی اور اُس کی درخواست کے مطابق امام زین العابدین علیہ السلام محکمہ قضا میں تشریف لیگئے۔ فقال لہ امیر المدینۃ یا علی اما ان تحلف واما ان تعطیہا حاکم مدینہ نے کہا یا علی یا آپ قسم کھائیں کہ آپ مہر ادا فرما چکے یا اس عورت کا مہر ادا کیجیے۔ فقال لی قم یا بنیّ فاعطہا اربعمائۃ دینار۔ امام محمد باقر ع

فرماتے ہیں کہ یہ سنکر فوراً میرے والد ماجد نے مجھسے فرمایا اُٹھو اور چار سو دینار اس عورت کو دیدو۔ فقلت لہ یا ابت جعلت فداک الست محقا میں نے عرض کی کہ کیا آپ حق پر نہیں ہیں جو قسم سے احتیاط فرماتے ہیں (یعنی بضرورت شرعیہ قسم جائز ہے۔ پھر آپ کیوں قسم نہیں کھاتے) قال بلی یا بنی۔ حضرت نے فرمایا بے شبہ میں حق پر ہوں (یعنی مہر ادا کر چکا ہوں) ولٰکن اجللت اللّٰہُ ان احلف بہ مگر خدا کا مرتبہ اس سے زیادہ سمجھتا ہوں کہ اپنے نفع کے خیال سے اُسکی قسم کھاؤں۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام یقول لا تحلفوا باللّٰہِ صادقین ولا کاذبین فانّ اللّٰہ عز وجل یقول ولا تجعلوا اللّٰہ عُرضۃً لایمانکم۔ الکافی۔

حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم نہ سچ کھاؤ نہ دروغ۔ کیونکہ خدا نے قسم کھانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ ولا تجعلوا اللّٰہ عُرضۃً لایمانکم چنانچہ فرماتا ہے کہ اللہ کو اپنی قسم کا ہتھکنڈا نہ بناؤ۔

اہل معرفت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ ہر امر خیر میں خداوند عالم عز شانہ سے بکمال عجز مدد طلب کرتے ہیں اور اپنے کو صمیم قلب سے محتاج محض سمجھتے رہتے ہیں۔ فی الحقیقۃ یہ سمجھنا کہ ہم ہر امر خیر میں توفیق و تائید الٰہی کے محتاج ہیں۔ تکمیل مرتبہ عبودیت و بندگی کی دلیل واضح ہے۔ چنانچہ الفقر فخری میں ہمارے پیغمبر صلوۃ اللہ علیہ وآلہ نے اسی مرتبہ کیطرف اشارہ فرمایا ہے۔

کتاب† جمال الاسبوع میں سید ابن طاؤس علیہ الرحمہ نے اپنے طریقہ سے روایت کی ہے راوی کہتا ہے کنّا عند ابی عبد اللہ علیہ السلام فی جماعۃٍ من اصحابنا فقال لنا ابتداءً کیف تصلون علی النبیؐ قلنا نقول اللّٰھم صلّ علیٰ محمّدٍ وآلِ محمّدٍ فقال کأنکم تأمرون اللّٰہ عز وجلّ ان یصلّی علیہم فقلنا کیف نقول قال تقولون اللّٰھم

---

† الفصل السادس والعشرون الروایۃ التاسعۃ ۱۲

سَامِكَ السَّمٰوٰاتِ وَدَاحِی الْمَدْحُوّاتِ وَخَالِقَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰاتِ الخ

ترجمہ۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن میں اور بہت سے میرے ہمخیال احباب امام جعفر الصادقؑ کی خدمت میں حاضر تھے کہ بلا استفسار حضرتؑ نے ہم لوگوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ حضرت رسول خداؐ پر کسطرح درود بھیجتے ہو۔ ہم سب نے کہا ہم لوگ کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ فرمایا گویا تم خدا کو حکم دیتے ہو کہ وہ اپنے رسول پر درود بھیجے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا پھر کس طرح درود بھیجیں فرمایا یوں کہو اللّٰھُمَّ سَامِكَ السَّمٰوٰاتِ الخ

توضیح۔ امام علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ بعجز و تواضع اظہار مطلب کرنا چاہیئے تحکمانہ عرض مطلب جو خالی لفظ اَللّٰھُمَّ سے سمجھ میں آتا ہے خلافِ شانِ الٰہی ہے بلکہ پیشتر خداوند کریم کی تعریف و ثنا کرے۔ پھر بعجز مطلب کا اظہار کرے

اکثر احادیث صحیحہ میں ائمہ علیہم السلام سے درود کے معنوں میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ متواتر وارد ہوا ہے۔ اگر لفظ اَللّٰھُمَّ سے تحکم مستفاد ہوتا یقیناً کسی حدیث میں لفظ اَللّٰھُمَّ نہ آتا۔ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل عرب لفظ اَللّٰھُمَّ کو عربی اور قائمقام یا اللّٰہ کے سمجھتے تھے مگر درحقیقت یہ لفظ عبرانی ہے اور اصل میں لفظ اُلوھیم سے بگڑ کر بنا ہے جسکے معنے ہیں اے میرے اللہ۔ چونکہ ائمہ علیہم السلام عبرانی و سُریانی وغیرہ مختلف زبانوں سے بالاتفاق واقف تھے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عرب اَللّٰھُمَّ کا لفظ یا اللّٰہ کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جس میں تحکم کا اثر پایا جاتا ہے یا کم از کم راوی اَللّٰھُمَّ کو یا اللّٰہ کا قائم مقام سمجھکر بلا اظہار عجز استعمال کرتا تھا۔ ممانعت فرمائی یا اللہ تو محمدؐ اور آل محمدؐ پر درود بھیج۔ اور اے میرے اللہ تو محمدؐ اور آلِ محمدؐ پر درود بھیج ان دونوں میں جو فرق ہے اُسکو مذاق صحیح اور فہم درست سمجھ سکتا ہے۔ بہر صورت تحکم اور عاجزانہ التماس کا دار و مدار نیت پر ہے

ہم لوگوں میں استخارے کا طریقہ جو فی الحقیقت ایک قسم تفاؤل ہے۔ بکثرت رائج

ہو گیا ہے۔ خیر یہاں تک مضائقہ نہیں مگر غضب یہ ہوتا ہے کہ جب کسی امر پر استخارہ بہتر آتا ہے یقین نہیں کرتے اور دوبارہ دوسرے طریقے سے نیت کر کے استخارہ کرتے ہیں۔ اگر بہتر ثابت ہوتا ہے عمل کرتے ہیں ورنہ نہیں کرتے۔ اس طریقے کو اصطلاح شیعہ میں وجوب استخارہ کہتے ہیں

غور کرنی چاہیئے کہ اگر استخارہ خدا سے مشورہ حاصل کرنے کا طریقہ ہے۔ خدا عالم الغیب اور اصدق الصادقین اور خالق عقل ہے۔ جو کچھ ایک مرتبہ حکم ہو گیا وہ کافی ہے۔ دوبارہ دوسری طرح سے دریافت کرنے میں۔ استغفر اللہ کیا کہوں کیا ثابت ہوتا ہے۔ بنا برعلیہ میری رائے ناقص میں وجوب استخارہ کا طریقہ قابل ترک ہے

اکثر نافہم یہ کہتے ہیں کہ ہمکو نیت اول اور قرارت اول میں شک ہوتا ہے کہ صحیح ہوئی یا نہیں ہوئی۔ اسلیئے ہم تکرار عمل کرتے ہیں۔ میں عرض کرتا ہوں۔ یہ درست ہے اور ممکن الوقوع ہے مگر نیت اول کو بحالہ باقی رکھنا چاہیئے۔ یہ کیا کہ پیشتر یہ نیت کہ فلاں امر ہم اختیار کریں۔ دوبارہ یہ نیت کہ فلاں امر ہم اختیار نہ کریں۔ گویا دو طرح آپ خدا کو سمجھاتے ہیں جب خدا کی سمجھ میں آتا ہے۔ اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُورِ انفسنا۔ کسی حدیث میں وجوب استخارہ کا طریقہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ محض جہال شیعہ کا ایجاد ہے

اَلرِّسَالَۃُ

جب کسی قوم میں جہالت درجۂ اعتدال سے متجاوز ہوجاتی ہے۔ اُسوقت اُس قوم میں پروردگار عالم ایک ایسا شخص پیدا کرتا ہے جو ہر لحاظ سے بہترین افراد خلق ہوتا ہی اس شخص کی عقل۔ قوت ممیزہ۔ صبر واستقلال ہمت وجرات۔ زہد وتقویٰ خلاصہ یہ کہ جملہ اخلاقِ حسنہ مرتبۂ کمال تک پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ ورنہ جاہلوں کو اُن کے عقائد باطلہ سے منحرف کرنا محال ہوجاتا۔ ظاہر ہے کہ جب تک خود کوئی شخص صاحب عقل نہوگا دوسروں کے نقائص کیونکر سمجھیگا اور جب تک صبر واستقلال اور جرات وہمت نہوگی اُن تکالیف شاقہ پر کسطرح صبر کریگا جنکا اشاعت حق کیوقت آنا لابدی ہے۔ ایسے شخص کو رَسُولُ اللہ کہتے ہیں

ہر پیغمبر کے سوانح عمر کے مطالعے سے اُن صفاتِ حمیدہ کا حال معلوم ہوتا ہے جو اس پیغمبر کے نفس مطہر میں موجود ہوتیں ہیں جسکے واقعات زیر ملاحظہ ہوں مگر واقعات صحیح ودرست ہونا ضروری ہے۔ ورنہ فیصلہ منصفانہ نہوگا۔ اطوار وعادات قوم۔ آب وہوائے ملک ضرورت وقت کا بھی لحاظ رکھنا لازم ہے

چونکہ ہدایت خلق ایک مہتم بالشان خدمت ہے۔ خداوند کریم نے بھی اُس کی تکمیل کیواسطے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں فرمایا جس قوم کی ہدایت مقصود ہوتی ہی رسول اُس قوم کا ہم جسم وہم زبان قرار دیا جاتا ہے تا بیگانگی مانع رغبت نہو اور غرابت سے تنفر نہونے پائے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ لِیُبَیِّنَ لَھُمْ۔ فرماتا ہے ہمنے کبھی یہ نہیں کیا کہ رسول اور اسکی قوم کی زبان میں اختلاف کیا ہو بلکہ ہمیشہ رسول کو اس کی قوم کا ہمزبان مقرر کیا تاکہ اچھی طرح مطالب توحید شریعت فرد قوم کے روبرو بیان کرے

فرقۂ امامیہ عہدہ رسالت کو وہبی سمجھتا ہے۔ کوئی شخص مرتبۂ رسالت اکتساب سے حاصل

نہیں کر سکتا۔ خدا کا فرض ہے کہ جاہلوں کی ہدایت کا سامان مقرر فرمائے۔ حالانکہ ذریعۂ
ہدایت عقل بھی ہے مگر چونکہ ہر شخص کامل العقل نہیں ہوتا اسوجہ سے رسالت کی ضرورت ہوتی
ہے رسول اللہ کا بیگناہ ہونا اور سہو و نسیان سے منزہ ہونا پہلی شرط ہے۔ ورنہ الہامات غیبی سے
محروم رہیگا اور نفس رسول سامعین کے نفوس ناقصہ پر اچھی طرح اثر کر کے انکو اپنی طرف متوجہ
نکر سکیگا۔ رسول اللہ کا عالی خاندان ہونا بھی ضروری ہے تاکہ ابتداے افراد قوم کی نظر میں
پیغمبر کی عزت قائم ہوجائے اور اُنکے نفوس میں ایک نوع کا انکسار پیدا ہو۔ یہ انکسار درحقیقت
قوت منفعلہ ہے جو نفوس سامعین کو قبول نصیحت پر جلد آمادہ کر دیتا ہے۔ ہر ذلیل پیشہ اور
ہر ایسا مرض جو تنفر کا سبب ہو رتبۂ رسالت کے خلاف مانا گیا ہے ورنہ انکسار مطلوب حاصل
نہوگا۔ مذہبی عقیدہ بتاتا ہے کہ پیغمبر ہر قوم کی زبان سمجھ سکتا ہے اور ہر زبان میں گفتگو کرسکتا ہے
یہ کوئی امر خلاف عقل نہیں ہے۔ خیالات جب ایک نفس میں پیدا ہوتے ہیں وہ بذریعہ تموج
ایثری Etherial Vibration دوسرے نفس تک پہنچتے ہیں
علم Thought Transference یہ نفس اگر کدورات مادیہ سے پاک و صاف ہوتا
ہے فوراً ان خیالات منتقلہ کا ادراک کر لیتا ہے۔ اب ان خیالات کا صاحب خیالات کی
زبان میں بیان کرنا اسکا تعلق دوسری قوت سے ہے جسکا اظہار مناسب نہیں
اگر کوئی شخص بنظر انصاف ملاحظہ کرے رسالت کی جملہ شرائط ثبوتیہ میں رغبت کا
اکتساب پایا جاتا ہے اور تمام شرائط سلبیہ میں تنفر سے اجتناب سمجھ میں آتا ہے یہانتک
کہ کلام الٰہی میں محض اس خیال سے کہ پیغمبران ممالک بعیدہ کے نام غرابت و وحشت
پیدا کرینگے اُن چند انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ موجود ہے جنکے نام اور حال سے اہل عرب
اور یہود و نصاریٰ خوب واقف تھے مگر سبحان اللہ الملک المجید اس لحاظ

ما۔ خزانہ قدرت میں اس مادۂ متعارفہ کے علاوہ ایک اور مادہ موجود ہے۔ جسکو یونانی میں ایتھر کہتے ہیں۔ قدما کا قاعدہ
تھا کہ جس لفظ یونانی میں (تھ) تائے قرشت اور ہائے مختفیہ پاتے تھے اُسکو ثائے مثلثہ سے بدل دیتے تھے۔ اس کے
مطابق میں نے ایتھر کو معرب کر کے ایثر لکھا ہے بتقدم یائے تحتانیہ مگر عدم واقفیت کے باعث لوگ اسکو اثیر بوزن امیر پڑھتے ہیں

سے کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ہدایت و رحمتِ الٰہی فقط چند ممالک اور چند قوموں میں محدود ہے
کبھی اَرْسَلْنَا فِی کُلِّ اُمَّۃٍ رَسُوْلًا فرمایا کبھی مِنْھُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَیْکَ وَ
مِنْھُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَیْکَ نازل ہوا۔ آیت اولی کے معنی ہیں ہمنے ہر قوم میں
پیغمبر بھیجا ہے۔ دوسری آیت کا مطلب ہے۔ گروہ انبیا علیہم السلام سے چند پیغمبر وہ
ہیں جنکا ہمنے تمسے حال بیان کیا اور کچھ وہ ہیں جنکا حال ہمنے نہیں بیان کیا

جن پیغمبران اولو العزم صاحبان ملت و مذہب کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے علی ما ہو
الظاہر انکے سرِ دفتر حضرت آدم صفی اللہ تھے۔ اور ہم لوگوں کے عقیدے کے مطابق نبوت
کی انتہا حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ و آلہ کی ذات اقدس پر ہوئی اَللّٰھُمَّ اَدْخِلْنَا
فِیْ کُلِّ خَیْرٍ اَدْخَلْتَ فِیْہِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

تقریباً ۵۷۰ء میں پیغمبر اسلام کی ولادت ہوئی۔ مکہ معظمہ ولادت گاہ کا نام ہے
حضرت ممدوح کے والد ماجد عبد اللہ خاندان بنی ہاشم کے یادگار تھے اور والدہ کا نام
آمنہ زہریہ تھا۔ قبیلہ زہرہ بھی قبیلہ بنی ہاشم کیطرح خاندان قریش میں شمار کیا جاتا تھا
والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد حلیمہ بدویہ کے ہمراہ کچھ عرصے تک وہات میں رہنے
کا اتفاق ہوا تا کہ طرز زندگی میں سادگی پیدا ہو اور محنت کی عادت پڑے۔ پھر والد بزرگوار
کی وفات کے بعد دو برس تک عبد المطلب اور پھر ابو طالب اپنے عم حقیقی
ذمہ دار کے ساتھ بسر ہوئی۔ پچیس برس کی عمر میں خدیجۃ الکبری کے ہمراہ عقد
فرمایا اس عقد اول سے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں سب سے
چھوٹی صاحبزادی کا نام فاطمہ تھا۔ جو بلا اختلاف عند المسلمین ہر لحاظ سے بےمثل سمجھی گئیں ہیں
اس عقد کے بعد سے چالیس برس کی عمر تک کا حال جسکو پندرہ برس کا زمانہ گذرا
کسی مورخ نے بالتفصیل نہیں لکھا مگر قیاس چاہتا ہے کہ یہ زمانہ ریاضات و مجاہدات میں
بسر ہوا جسکے نتیجے میں اس خدمت کا انجام دینا تھا جسکے واسطے حضرت ممدوح دنیا کی طرف

بھیجے گئے تھے۔ ابتدائے امر میں ہر پیغمبر نے یہی طریقہ اختیار کیا ہے

جب ہمارے پیغمبر برگزیدۂ درگاہِ الٰہی کو یقین ہوا کہ معاش و معادِ قوم عرب کی اصلاح میرے حوالے کی گئی ہے۔ اُسوقت بکمال صبر و استقلال توحید کی اشاعت شروع فرمائی اور آٹھ دس برس تک محض زبانی پند و نصیحت فرماتے رہے۔ عرب کے جاہل و متعصب آدمی اس طرح کب راہ راست پر آنیوالے تھے۔ بہزار مشکل اس عرصے میں فقط چالیس آدمی مسلمان ہوئے

جب اہل عرب نے دیکھا کہ محمد بن عبد اللہ پند و نصیحت سے باز نہیں آتے اور مسلمین کی تعداد روز افزوں ہے مخالفت شروع کی۔ اور حضرت ممدوح نے مجبور ہو کر وطن کو ترک کیا۔ اسی زمانے میں خدیجۃ الکبری اور ابو طالب نے انتقال کیا۔ ان واقعات نے اور زیادہ پریشان کیا

ہجرت کے دوسرے برس مشرکین عرب نے اشاعت اسلام میں مزاحمت شروع کی جو ابتک زبانی ہوتی تھی۔ آخر بمجبوری یوشع بن نون کی طرح آخر الحیل السیف پر عملدرآمد کیا گیا اور سب سے پہلی لڑائی مشرکین و مسلمین میں بمقام بدر واقع ہوئی۔ اس جہاد میں ۳۱۴ مسلمان اور ۶۰۰ مشرک شریک تھے۔ اسوقت سے آخر عمر تک برابر جہاد ہوتے رہے تا اینکہ ۸۔ جون ۶۳۲ء میں حضرت ممدوح نے انتقال فرمایا اور مدینہ طیبہ میں دفن ہوئے

افسوس کی یہ بات ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قدر اُنکے زمانے میں اُسقدر نہیں ہوتی جسکے وہ مستحق ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے پیغمبر کے واقعات عمر اُنکے زمانۂ حیات میں مدون ہوتے۔ مجھے یقین ہے کہ جملہ واقعات بالکل صحیح معلوم ہوتے۔ واقعات کا ذکر کیا کسی کو اِس وقت تک آنحضرت کی تاریخ وفات و ولادت بھی یقین کے ساتھ نہیں معلوم۔ جہاں واقعات میں اختلاف ہوا یقین تشریف لیگیا۔ اس سے زیادہ یہ حیرت ہوتی ہے کہ تاریخ ولادت کا حال کسیکو معلوم نہیں مگر وقت ولادت کے معجزات کتابوں میں موجود۔ خیر ولادت کے وقت آنحضرت کی عدم شہرت باعثِ عدم توجہ ہوئی مگر وفات کی

تاریخ نہ معلوم ہونے کے واسطے کیا عذر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہرگز سمجھ میں نہیں آتا کہ زمانۂ حیات رسول میں واقعات نبویہ کی تدوین کیوں نہیں ہوئی۔ تحریر و کتابت کا رواج ہو چکا تھا۔ قرطاس کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کاغذ بھی عرب میں آگیا تھا۔ اب مانع تحریر کیا چیز تھی۔

اس غفلت نے آنحضرت کے سوانح کا معتدبہ حصہ قیاسی کر دیا اور غالباً جو کچھ آغازِ حکومت بنی عباس میں لکھا گیا اُسکا ماخذ بالکل زبانی روایتیں تھیں۔ فتوحات ملکی کے شوق نے بھی واقعی حالات میں بمصلحت بہت کچھ تغیر و تبدل پیدا کر دیا ہوگا۔ بہر حال جو اسوقت کتب سیر و تواریخ میں موجود ہے وہ بہت کچھ مشتبہ ہے۔ والعلم عند اللہ

باینہمہ کہ پیغمبر اسلام صلوۃ اللہ علیہ و آلہ دنیا میں بھی مراتب اعلی پر کامیاب ہو چکے تھے مگر کبر طبیعت میں مطلق نہ تھا۔ فقرا کی ہم نشینی کو بہت پسند فرماتے تھے۔ سلمان فارسی بلال حبشی اور عمار یاسر جو اُسوقت بہت مفلس تھے اُنکے زانو بہ زانو بیٹھتے تھے مشرکین عرب کے واسطے جب فرش خانہ میں گنجائش نہوتی تھی اپنا دامن بچھا دیتے تھے ایک دن ایک دولتمند شخص نے آنحضرت کے روبرو ایک محتاج کو اپنے پاس بیٹھا ہوا دیکھکر اپنے لباس کو اُس کی طرف سے علیحدہ کر لیا۔ آپ کو یہ حرکت نہایت ناگوار ہوئی اور فرمایا کہ او فلاں نہ تیری دولت اُس تک چلی جاتی نہ اُس مرد مفلس کا افلاس تجھ تک آجاتا۔ پھر اس تحقیر و تنفر کے ساتھ دامن کشی کی کیا وجہ۔

مدینہ طیبہ میں فقرا و مساکین کا ایک گروہ تھا۔ حضرت نے اُنکے واسطے مسجد کے قریب ایک مقام بنوایا تھا۔ روز اپنے ہاتھ سے اُنکے واسطے کھانا لیجاتے تھے اور بہ نفس نفیس سب کی خود نگرانی فرماتے تھے

آنحضرت کا دستور تھا کہ بے فرش بچھائے ہوئے زمین پر تشریف رکھتے تھے۔ اسیطرح کھانا تناول فرماتے تھے۔ غلاموں کے پاس بھی اُسی طرح جاتے تھے جس طرح کسی دولتمند کے

پاس جلتے تھے۔ اس زمانے میں اہل عرب غلاموں کی دعوت کا قبول کرنا ننگ سمجھتے تھے مگر آنحضرت اسکی مطلق پروانہ فرماتے تھے۔ (شرف النبی)

ایک روز کوئی شخص ہمارے پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ غریب آدمی تھا خوف سے کانپنے لگا۔ آپنے تسکین دی اور فرمایا اے شخص کیوں مجھسے ڈرتا ہے۔ میں بادشاہ نہیں بلکہ ایک غریب عرب کا فرزند ہوں (مکارم الاخلاق)

حضرت ممدوح نے کبھی نان گندم نوش نہیں فرمائی۔ فقط نان جو نوش فرماتے تھے وہ بھی سیر ہو کر نہیں (روضۃ الواعظین)

ایک دن خرمے نوش فرمارہے تھے۔ دست راست میں خرمے تھے اور دست چپ میں اُن کی گٹھلیاں تھیں۔ کسی طرف سے اُدھر ایک بکری آئی حضرت ممدوح نے گٹھلیاں دکھا کر اُسکو اپنے پاس بلایا جب وہ قریب آئی اپنے ہاتھ سے اُسکو گٹھلیاں کھلاتے رہے۔ یہانتک کہ وہ سیر ہو کر چلی گئی۔ (مکارم الاخلاق)

جانور ذبح کرنے کے واسطے کبھی خرید نہ فرماتے تھے بلکہ شکار کو بھی مکروہ سمجھتے تھے (مکارم الاخلاق)

دستور سنجانا بیشتن نے اپنی کتاب میں جسکے انگریزی نام کا ترجمہ زرتشت و دین زردشتی ہاہے لکھا ہے کہ پیغمبر اسلام کا نفس مطہر اس انداز کا تھا کہ آپ ہر مذہب کے عمدہ اور مفید امور منتخب کر لیتے تھے اور اپنی قوم میں رواج دیتے تھے

آپکے ایک صاحبزادے نے جن کا نام قاسم تھا وفات پائی۔ اتفاقاً اُس دن سورج گہن ہوا۔ عرب کے بیوقوف یہ سمجھے کہ آفتاب نے بھی آنحضرت کے صاحبزادے کی وفات کا رنج کیا ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا فوراً سب کو طلب کیا اور فرمایا کہ چاند اور سورج بے عقل ہیں انکو کسی کے رنج وغم میں شریک ہونے سے کوئی تعلق نہیں (محمد اینڈ ہز قرآن)

پچیس برس کی عمر سے پچاس برس تک حضرت محمد مصطفےٰ نے فقط خدیجۃ الکبریٰ
کے ہمراہ بکمال وفاداری بسر فرمائی ہے۔ اس زمانہ شباب میں کوئی عقد نہیں فرمایا۔ آغاز زمانہ
پیری کے عقد بمصالح عمل میں آئے تھے۔ حظ نفس کا دخل نہ تھا

حضرت ممدوح ہمیشہ مکان شکستہ میں رہتے تھے۔ لباس کہنہ خرقہ دار پہنتے تھے۔ بکثرت
فاقے کرتے تھے۔ جب انتقال فرمایا اسوقت آپکی رِدا چند سیر جو کے عوض میں ایک یہودی
کے پاس رہن تھی جو بعد وفات قیمت دیکر لے لی گئی۔ (مکارم الاخلاق)

جناب فاطمہ زہرا کو حکم تھا کہ ایک دن اپنی خادمہ سے کام لو دوسرے دن خود
اپنے گھر کا کام کرو

روز وفات سے چند روز پیشتر حضرت محمد مصطفےٰ مسجد میں تشریف لائے۔ سب کو
طلب کیا۔ جب سب حاضر ہوئے فرمایا۔ اگر تم لوگوں میں سے کسیکو میں نے کچھ نا سزا کہا ہو مجھے نا سزا کہو
اگر کسی کو میں نے مارا ہو اُسکے بدلے میں مجھے مارو۔ (چیمبرس انسکلو پیڈیا)

اس زمانہ نبوت میں یہود کے مزاج میں کبر و حسد کا عنصر غالب تھا اور رحمت و عدل
الٰہی کو اپنے ساتھ مخصوص سمجھتے تھے۔ ہر شخص کو جو انکا ہم مذہب نہ ہوتا تھا کافر سمجھتے تھے۔ نبوت
کا حصر بھی اپنی ہی قوم میں سمجھتے تھے۔ اپنے اصول مقررہ کے مطابق بیہودہ دلیلوں سے
یہ ثابت کرتے تھے کہ جبتک کوئی شخص یہودی نہو گا اُس کی مغفرت محال ہے

ہمارے پیغمبر جو بے انتہا حق پسند و منصف تھے وہ یہود کے اِن خیالات ناقصہ سے بہت
ناراض تھے۔ پے درپے خداوند کریم نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا ہے کہ یہود سے کہو کہ تمہارے پاس اسکی
کیا دلیل ہے کہ سوا یہود کے اور کوئی داخل جنت نہو گا۔ بارہا حضرت ممدوح نے اپنے تابعین کو حکم
دیا ہے کہ لا تشبھوا بالیھود یہود کی مشابہت نکرو (نہ وضع ظاہری میں نہ ان خیالات باطلہ میں)

ایکدن آپ کہیں جاتے تھے اثناء راہ میں اپنی والدہ مرحومہ کی قبر پر گذر ہوا۔ وہیں توقف
فرمایا اور بہت دیر تک روتے رہے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد وفات بھی آپ اُنکے احسان نہیں

بھولے۔ چنانچہ ایک روز آپ اپنے ازواج کے روبرو خدیجۃ الکبریٰ کا ذکر خیر فرما رہے تھے ایک عورت کو یہ اظہار احسان ناگوار ہوا اور اس نے آپکو اس تذکرے سے منع کیا مگر آپنے فرمایا کہ بیشک خدیجۃ الکبریٰ کے برابر کسی نے میری اطاعت نہیں کی۔ انہوں نے اُسوقت میری نبوت کا اقرار کیا تھا جب تمام ملک عرب میں ایک بھی میرا ماننے والا نہ تھا (محمد اینڈ ہز قرآن)

اور مذاہب قدیم ہندوستان بھی نبوّت عامہ کے قائل ہیں۔ چنانچہ زبان سنسکرت میں پیغمبر کو رشی بکسر رائے مہملہ و شین منقوطہ کہتے ہیں۔ رسول اولو العزم کو مہارشی کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی پیغمبر نبی بھی ہو اور بادشاہ بھی اُسکو راج رشی کا خطاب دیا جاتا ہے میں نے مذہب ہنود کی ایک کتاب میں خود یہ مضمون دیکھا ہے کہ رشیوں یعنی انبیاء مرسلین کا یہ قاعدہ ہے کہ وہ لوگ عرصۂ دراز تک صحرا میں جاکر عبادت و ریاضت کرتے ہیں بعد تکمیل خیالات پھر شہر میں آکر مخلوق کو ہدایت کرتے ہیں

"پیغمبروں کی نصیحت بطور اقوال کے ہوتی ہے"

"سب پیغمبر بے گناہ ہوتے ہیں۔ اُنکے شکوک مٹادیے جاتے ہیں (یعنی علم حقیقی انکو بتایا جاتا ہے) اُنکے نفوس اُنکے قابو میں ہوتے ہیں۔ پیغمبر تمام مخلوق کے نیک خواہ ہوتے ہیں"

بھگوت گیتا ۵ سے ۲۵

"دین زردشتی کی بنا بھی نبوت پر ہے۔ زبان پہلوی میں سوکھ وخشور کہتے ہیں زمانہ ماضی میں زردشت جمشید دشت فریدون وغیرہ پیمبر مانے گئے ہیں۔ انکے صحائف کے مجموعے کا نام دساتیر مقدس ہے نبوت کا خاتمہ اس دین کے مطابق شت زردشت پور اسفنتمان پر ہوتا ہے انکی آسمانی کتاب کا نام ژند مقدس ہے۔ اسکی شرح پاژند مشہور ہے انبیاء کی بیگناہی کے یہ لوگ قائل ہیں۔

بُودھ مذہب میں پیغمبر کو بُودھا کہتے ہیں جسکے معنی ہیں صاحب عقل کامل چونکہ یہ لوگ جہالت کو گناہ کا باعث قرار دیتے ہیں۔ اسوجہ سے اس لفظ بودھا کے معنی تلاتے ہیں پیغمبر بیگناہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ بھی نبوت کا خاتمہ گوتم بُودھا پر سمجھتے ہیں

الامامۃ

تاریخ عالم کی ورق گردانی کے بعد سمجھ میں آیا کہ جب عنایت بغایت الٰہی کا اقتضا یہ ہوتا ہے کہ کوئی قوم میدان ترقی میں قدم رکھے اور دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز کیجائے اُسوقت اُس قوم میں ایک ایسا شخص بھیجا جاتا ہے جو اپنی متواتر سعی و کوشش سے سب کو ہم خیال بنا دیتا ہی۔ سب سے پیشتر مفہوم کلمہ طیبہ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" سکھایا اور ثابت کیا جاتا ہے اس تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ افراد قوم کے خیالات مختلفہ بالکل ایک ہوجاتے ہیں جب یہ مقصود حاصل ہو چکتا ہے اُسوقت اُسی قوم کے واسطے حسب الہام ربانی۔ ایک ایسی شریعت مقرر کیجاتی ہی جو بے شائبہ ریب من جمیع الوجوہ مفید و مناسب حال ہوتی ہی اس غرض اعظم کے حصول کے بعد اس برگزیدۂ درگاہِ الٰہی کا انتقال ہوتا ہے جس کے بدولت قوم نے درجۂ آدمیت حاصل کیا تھا

اُسوقت افراد قوم کی طبیعت میں جوش پیدا ہوتا ہی اور چونکہ ہر متنفس صاحب نفس کامل (مومن) نہیں ہوتا فطرتاً دنیا کا حصول سب سے زیادہ نصب العین ہوتا ہے اور ہر حیلۂ مناسب سے فتح ممالک عمل میں آتی ہی جب ایک علیحدہ سلطنت قائم ہوجاتی ہی۔ رفتہ رفتہ بالطبع عیش دنیاوی کیطرف ہر شخص مائل ہوتا ہے اور شریعت جو صلاح معاش و معاد کیواسطے معین ہوتی ہی لفظ غلط کیطرح نسیاً منسیا ہو جاتی ہی۔

اُسوقت منجانب اللہ عزوجل یہ ضرورت پوری کیجاتی ہی اور اس قوم میں ایک ایسا شخص معین ہوتا ہے جو اپنے ہر قول و فعل مناسب سے بہر صورت یہ ثابت کرتا ہے کہ فی الواقع دین اور اصل شریعت کیا ہے اور اب دین و شریعت نے کیا صورت اختیار کی ہی بس ایسے شخص کو ہم لوگ امام اور اس نہایت شوار گذار عہدے کو امامت کہتے ہیں تا بقائے ضرورت ایسے چند شخصوں کا وجود لازم و واجب ہے

یہ بھی میں نے خیال کیا ہی کہ ہر زمانے میں اثبات حق کی ضرورت مختلف ہوتی ہی۔ کبھی صبر و سکون کے ساتھ امام کو نفس مطلب کی تلقین کی ضرورت ہوتی ہی تاکہ ہنگامہ پردازی باعث ابطال مقصود نہو۔ کبھی

زبان ہلانے کا موقع نہیں ہوتا۔ اسوقت امام خاموشی کیساتھ اپنے ہر قول وفعل کو اصل شریعت کا نمونہ بناتا ہے کبھی جان دیکر اثبات حق کیا جاتا ہے۔ کبھی عقل وعلم کی معرکہ آرائیاں ہوتی ہیں ہر صورت مذہب صحیح وشریعت مذہب کا اثبات وبقاے بلاامام کے قطعاً ناممکن ہے

ہر شخص سمجھ سکتا ہی کہ ان چند الفاظ پر عمل کرنا کسقدر مشکل واستخوان شکن کام ہی جسکو بجز چند نفوس معینہ فی علم اللہ اور کوئی انجام نہیں دیسکتا۔ اس لحاظ سے یہ نہایت ضرور ہے کہ امام بھی مثل اپنے نبی کے کامل النفس۔ کامل العقل اور کامل التقویٰ ہو۔ ورنہ نصیحت کامل نہوگی

چنانچہ سرزمین عرب میں بھی اس ضرورت کے واسطے بارہ نفوس طیبہ مقدسہ موقع بموقع یکے بعد دیگرے پیدا کئے گئے صلوۃ اللہ علیہم اجمعین جنکے اسماء والقاب۔ تاریخ ولادت ووفات تعداد ازواج واولاد۔ فضائل ومناقب وغیرہا جملہ حالات سے ہر شیعہ اثنا عشری کم وبیش واقف ہے مجھے ان امور معلومہ کی تکرار تحصیل حاصل معلوم ہوتی ہی البتہ فقط یہ لکھنا منظور ہے کہ آیا امامت کا خیال اور ائمہ اہلبیت کی تعداد فقط شیعوں کا ایجاد ہے یا یہ عقیدہ بھی مثل توحید وعقیدہ رسالت کے یونیورسل ہے

ملت قدیمۂ براہمہ میں جانشین رسول (رشی) کو مُنی بضم میم کہتے ہیں کتب ہنود میں لکھا ہی کہ مُنی مرتبہ میں رشی یعنی رسول سے کچھ کم ہوتا ہی۔ مگر پیغمبر کی طرح کامل العقل اور بے عیب ہوتا ہے۔

دین زردشتی میں جانشین پیغمبر کو تیمود (بکسرۂ تائے فوقانی وسکون یائے معروف) کہتے ہیں تیموز تستر وخلیفہ شت زرتشت جابجا ژند واوستا میں موجود ہے

مذہب گوتم بودہا میں بھی یہ عقیدۂ امامت صراحۃً موجود ہے۔ چنانچہ لُلِت وِستار میں جو اس مذہب کی ایک بہت معتبر کتاب ہی لکھا ہی کہ جب گوتم بودہا کا زمانۂ وفات قریب آیا حضور مورت سے کچھ مشتر کہا کہ میری امت میں بارہ میرے ہیرو ایسے ہونگے جو بہت اعلیٰ نیکیوں کا استعمال کرینگے اور دنیا کو مصیبت سے آزاد ہونے کی رغبت دینگے۔ طریقۂ یہود میں نقباے بنی اسرائیل بارہ ہیں

کتب نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے حواری بھی تعداد میں بارہ تھے

اَلقُراٰنُ المجیدُ

ہر ملت میں خدا کے یقین کے بعد کتب سماوی پر ایمان لانا ضروری سمجھا گیا ہے کتب سماوی سے مراد وہ چند کتب مقدسہ ہیں جو بطور وحی و الہام مرسلان برحق کی وساطت سے بندگان خدا تک پہنچیں ہیں۔ ان کتابوں کا جواب بلحاظ ترکیب الفاظ و ہم بخیال مطالب عالیہ قوت بشری سے خارج مانا جاتا ہے

کتب تاریخ سے ثبوت کامل کیساتھ پتا نہیں چلتا کہ سب سے پیشتر کون سی کتاب نازل ہوئی مگر ہر شخص اپنے اپنے مذہب کے مطابق کسی کسی کتاب کو الہامی مانتا ہے۔ براہمہ ہندوستان اتھروان وید کو کلام الہی اور کتاب سماوی سمجھتے ہیں۔ مصر میں کس کتاب کو آسمانی کتاب تسلیم کیا تھا اس زمانے میں اُسکا پتہ نہیں چلتا۔ چند برس کا ذکر ہے جب مصر میں ایک قبر کہنہ سے چند اوراق کہنہ و بوسیدہ برآمد ہوئے تھے اُن اوراق میں توحید باری تعالی اور تہذیب اخلاق کے مضامین بہت خوش اسلوبی سے بیان کئے تھے۔ قرینے سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ یہ اوراق پریشان کسی آسمانی کتاب کے ہونگے جو میت کے ہمراہ بخیال حصول مغفرت دفن کئے گئے تھے۔ اصل کتاب کا حال معلوم نہیں ہوا مگر صاحب قبر کی وفات کو چھ ہزار سال سے زیادہ زمانہ گذرا۔ اس زمانہ بعید کا حساب اُس تاریخ سے معلوم ہوا جو ایک پارۂ سنگ پر کندہ اُسی قبر سے برآمد ہوئی تھی میں نے اُن اوراق کا ترجمہ انگریزی میں خود دیکھا ہے

بزرگان دین زردشتی دساتیر مبارک کو چند صحف سماوی کا مجموعہ سمجھتے ہیں جو وقتاً فوقتاً پیغمبران سرزمین ایران پر نازل ہوئے تھے۔ اس عہد میں جو دساتیر موجود ہیں وہ اصل کتاب کے چند اجزا ہیں جو دستبرد زمانہ سے باقی رہ گئے۔ آخر میں ژند کتاب آسمانی سمجھی گئی ہے جو حضرت زردشت پر نازل ہوئی تھی اسی طرح یہود زبور و توریت کو اور نصاریٰ انجیل مقدس کو آسمانی صحیفہ سمجھتے ہیں۔ ہم لوگ قرآن مجید کو کلام الہی جانتے ہیں

قرآن مجید سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا بھی صاحب کتاب ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ان کتابوں کا نام معلوم نہیں ہوتا کہ کیا تھا اور اب وہ کہاں ہیں صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى سے یہ یقین ہوتا ہے کہ چند صحیفے حضرت خلیل اللہ پر نازل ہوئے تھے جو دستبرد زمانہ سے تلف ہو گئے

اسمیں شک نہیں کہ ہر کتاب آسمانی میں توحید واخلاق کے مضامین بہت ہی خوش اسلوبی سے بیان کئے گئے ہیں اور ہر کتاب میں بلا استثنا استعاروں سے بھی کام لیا گیا ہے بہر صورت یہ مضامین اس قسم کے ہیں کہ جو قاعدہ نسخ سے بالاتر ہیں۔ مطلب یہ کہ ان مضامین میں ایک کتاب کا مضمون دوسری کتاب کے مضمون کا ناسخ نہیں ہو سکتا۔ یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ میں بلکہ قرآن مجید میں بھی انبیا علیہم السلام کے قصے حسب ضرورت بکثرت موجود ہیں۔ یہ حکایات بھی جو واقعات ہیں منسوخ نہیں ہو سکتے۔ نسخ فقط احکام شرع ظاہری کے ساتھ وابستہ ہے جو بمصلحت وقت خواہ بلحاظ مذاق قوم متغیر و متبدل ہو سکتے ہیں

ہر کتاب آسمانی کی قسمت میں یہ بھی ضرور ہوتا ہے کہ بعد صاحب کتاب کے اپنی حالت اصلی پر نہ رہے جن کتب الہامی کا تذکرہ کر چکا ہوں وہ انقلاب زمانہ سے محفوظ نہ رہیں۔ قرآن مجید کا وہ نسخہ جو ہمارے پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ کے زمانے میں لکھا گیا تھا آج ہماری نظر سے پوشیدہ ہے

عن جابر قال سمعت اباجعفرؑ یقولُ مَا یستطیعُ احدٌ ان یدّعی ان عندہٗ جمیعَ القرآن کلہٖ ظاہرہٖ وباطنہٖ الّا الاوصیاءُ۔ کلینی علیہ الرحمۃ نے یہ حدیث صحیح جابر سے نقل کی ہے اُسکا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ خود سنا ہے کہ کوئی شخص اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتا کہ قرآن مجید تمام و کمال میرے پاس موجود ہے نہ کوئی شخص اس بات کا مدعی ہو سکتا ہے کہ میں جملہ مطالب قرآنی پر حاوی ہوں مگر اوصیا علیہم السلام عقل اس روایت کی تائید کرتی ہے کہ اگر کلام مجید کا اصل نسخہ موجود ہوتا ہرگز مابین القرا اختلاف نہوتا۔ اختلاف قراءت بتا رہا ہے کہ اصل نسخہ یا نظر سے پوشیدہ ہو گیا تھا یا بمصلحت ملکی اُس پر اعتماد کرنا مناسب سمجھا گیا اس سے زیادہ اختلاف قراءت اور کیا ہو گا کہ فقط ایک سورۂ فاتحۃ الکتاب میں علی ما ہو المشہور مالک یوم الدین

موجود ہی کوئی مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ صحیح بتاتا ہی کسی کے نزدیک مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ درست ہے کونوا انصار اللہ کے مقام پر نافع وابن کثیر کے نزدیک انصاراً لِلّٰهِ ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ کی جگہ ءَاَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ باضافہ ہمزہ استفہام صحیح سمجھا گیا ہے هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ - اس آیت میں ابن کثیر الریاح کے مقام پر الریح پڑھتا ہے - اسی طرح تمام کتاب الٰہی میں جابجا اختلاف قرارت موجود ہے - بہر صورت جو اسوقت موجود ہے وہ کلام الٰہی ہے

احادیث ائمہ اہلبیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پیشتر سورۂ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ نازل ہوا اور سب کے آخر میں اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ - یہ روایت ضعیف ہو یا قوی اسمیں شک نہیں کہ اول جو آیت نازل ہوئی وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی کیونکہ سورۂ اقرا باسم ربک میں حکم ہے کہ خدا کا نام لیکر پڑھو دلیل واضح ہے میرے قیاس کی - واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

قرآن مجید بے شائبہ ریب من حیث اللفظ والمعنی فصاحت و بلاغت کا ایسا معیار ہے جسکی رفعت تک فصحائے عرب کا ذہن نہ پہنچ سکا کیفیات قلبیہ (emotions) کا اظہار بذریعہ الفاظ کلام الٰہی میں جسقدر ہے اور کہیں میں نے نہیں دیکھا - یہ ایک ایسی صنعت ہی جسکی طرف قدما نے توجہ نہیں کی - تاثیر کلام کیواسطے اس صنعت سے بہتر اور کوئی صنعت نہیں ہوسکتی کہ الفاظ اس ترکیب سے واقع ہوں کہ سامعین فوراً سمجھ لیں کہ متکلم اسوقت کس خیال میں ہے خدا کی ذات اقدس تغیرات سے محفوظ ہی مگر چونکہ وہ ہر حالت قلبی سے واقف ہی اُسکے نزدیک الفاظ سے کیفیات مختلفہ ظاہر کرنا کوئی مشکل امر نہیں مثلاً هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ - لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ - لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ - ان دونوں آیتوں سے وہ عظمت و جلال ظاہر ہوتا ہے کہ دل ہلجاتا ہی غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا کے الفاظ سے غیظ و غضب کا حال ظاہر ہوتا ہی يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ کے الفاظ سے وہ محبت مترشح ہوتی ہی جسکے اثر سے دل بھر آتا ہی - يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي ان دونوں جملوں میں حکم کا دبدبہ لائق وجد ہے - وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ اس آیت میں جو الفاظ کی ترکیب ہے اس سے وہ فخر ظاہر ہوتا ہی جو کسی تعمیل حکم کے بعد ہونا چاہیئے - يَا عِبَادِ فَاتَّقُونِ اس آیت میں تخویف کا انداز

لائق داد ہے۔ وَهِيَ تَفُورُ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ تمیز کی یا رتحتانی کی تشدید غصے کی حالت کو ظاہر کرتی ہے

نزول قرآن کے وقت عرب میں مشرکین یہود و نصاریٰ اور مجوس بکثرت موجود تھے مشرکین عرب میں تین سو ساٹھ خدا مانتے تھے۔ یہ لوگ شرک فی العقیدہ بھی تھے اور شرک فی العبادۃ بھی۔ شرب خمر کی وہ کثرت تھی کہ روز دس بیس شراب کی بدمستی میں قتل ہوتے رہتے تھے ہر طرف قتل و غارت کا بازار گرم تھا ان اہل شرک کے بعد دوسرا سربرآوردہ فرقہ یہود کا تھا۔ یہ لوگ حد سے زیادہ متکبر و حاسد تھے۔ جہالت کے باعث سے کبر و حسد اس حد زیادہ ہو گیا تھا کہ خدا کی رحمت عامہ کو اپنی دلائل موضوعہ سے اپنی قوم کے ساتھ مخصوص سمجھتے تھے۔ توحید کے خیال میں خرابی آگئی تھی۔ حضرت عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے۔ تیسرا گروہ نصاریٰ کا تھا یہ چند فرقوں پر منقسم تھے۔ ایک گروہ عیسیٰ بن مریم کو خدا سمجھتا تھا اور تثلیث کا قائل تھا۔ دوسرا فرزند خدا بمعنی متعارف جانتا تھا البتہ انکے ایک گروہ کے نزدیک حضرت مسیح ابن مریم مرسل خدا تھے۔ یہ تینوں فرقے اقلیم عرب و شام کے متوطن تھے اور اہل شام چونکہ دیار عرب سے قریب تھے زبان عربی بے تکلف سمجھ سکتے تھے

ان سے علاوہ ایک جماعت ایرانیوں کی عرب میں آباد تھی جو نور و ظلمت کو خالق کائنات و مدبر عالم سمجھتے تھے۔ اس گروہ میں بعض افراد دین مزدکی کے بھی پابند تھے جنکے طریقے میں مادر و خواہر اور زن غیر کا مرتبہ مساوی تھا۔ اکثر اہل عرب بھی ان ایرانیوں کے ہم مشرب تھے جو نور و ظلمت کو مدبر عالم جانتے تھے۔

قرآن مجید کا مقصود فقط یہ تھا کہ ان سب اہل ان طریق نادرست کی اصلاح کیجائے۔ چنانچہ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ میرے اس بیان کا شاہد عادل ہے۔ ابطال شرک کی آیتیں جس شان کی ہیں سوا وجدان صحیح کے اُنکا لطف اور کوئی نہیں اُٹھا سکتا پھر عام فہم ایسی کہ ہر شخص بے زحمت اُس کا مطلب سمجھ سکتا ہے مثلاً لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا۔ اگر آسمان و زمین کے مدبر و خالق ایک خدا سے علاوہ اور چند خدا ہوتے یقیناً نہ زمین ہوتی نہ آسمان۔ کیونکہ جب معاذ اللہ اور بھی کئی خدا ہوتے ہر ایک دوسرے کا عقل و قدرت میں مساوی ہوتا اور اس صورت میں کوئی وجہ نہ تھی کہ ایک دوسرے کی متابعت کرتا بلکہ ایک کا فعل دوسرا باطل کرتا رہتا اور اگر بالفرض والتقدیر سب ایک رائے کے تابع ہو کر کام کرتے اس صورت میں ایک خدا کا ہونا کافی تھا تعداد الٰہ کی کیا ضرورت تھی اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَائِقَ ذَاتَ

بهجةٍ ماكان لكم ان تنبتوا شجرها ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بل هم قوم يعدلون - فرماتا ہی (بتاؤ) کس شخص نے زمین و آسمان پیدا کئے - کون شخص تمہارے نفع کیواسطے پانی برساتا ہے ہمنے تمہارے نفع کیواسطے باغہائے فرحت افزا پیدا کئے تمہارے اختیار سے اُن اشجار کا پیدا کرنا خارج تھا جو تمہارے باغوں میں موجود ہیں ذرا اس کمال قدرت کو دیکھکر اور احسان مانکر بتاؤ کیا اور بھی خدائے حقیقی کے ساتھ خدا ہیں (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ وہ ہیں جو امر حق سے عدول کرتے ہیں

یہود و نصاریٰ کا یہ خیال کہ عزیر و مسیح معاذ اللہ بمعنی متعارف خدا کے بیٹے تھے اس آیۂ مذکورہ ذیل میں باطل کیا گیا ہی فرماتا ہی قُل لو كان لِلّٰهِ ولدٌ فانا اول العابدين - کہو اے محمدؐ اگر خدا کا کوئی لڑکا ہوتا سب سے بیشتر میں اُسے سجدہ کرتا اُس عہد میں ہر شخص واقف تھا جناب رسالتمآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ بکمال محبت بے غرض نفسانی اثبات توحید میں وہ سعی و کوشش فرمارہے ہیں جسکی حد نہیں - ایسا دوست و مطیع حکم کیواسطے یہ محال ہی کہ اگر کوئی خدا کا فرزند واقعی ہو اُسکی عبادت نکرے بلکہ سبکو اُسکی عبادت سے روکے بے شبہ اگر یہ خیال بفرض محال صحیح ہوتا بے شبہ سب سے اول وہی سجدہ کرتے -

قرآن مجید میں انبیائے بنی اسرائیل کے واقعات بطرز نو اور بعبارت مختلف جا بجا موجود ہیں واقعات بھی جو اُس عہد کے یہود و نصاریٰ کے نزدیک پایۂ تحقیق کو پہنچ چکے تھے اُس سے مقصود یہود و نصاریٰ کی تالیف قلوب تھی کیونکہ یہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ جب کسی کے روبرو اُسکے بزرگان دین کی خوبیاں بیان کیجاتی ہیں اور بیان کرنیوالا کسی دوسری ملت کا پابند ہوتا ہی اُسوقت خود بخود بیان کرنیوالیکی طرف سامع کو بکثرت توجہ ہوتی ہی اور یہ خلوص توجہ قبول احکام کی معین ہوتی ہی بس اسی مصلحت سے انبیائے بنی اسرائیل کا قرآن میں جا بجا تذکرہ موجود ہے

قرآن میں اہل عرب کی عبرت کیواسطے اقوام سابقہ میں سے فقط عاد و ثمود اور افراد قوم تبع اور اصحاب الرس کے تذکرے پر قناعت کی ہی جو زمانہ گذشتہ میں اسلام سے ہزارہا سال پیشتر سرزمین عرب میں رہتے تھے مگر یہ خدا جانے کیا بات ہی کہ مجوس کی تردید میں وہ بھی بقول مفسرین آیۂ لا تتخذوا الٰهين اثنين بل هو اله واحدٌ پر قناعت فرمائی ہے اور اُنکے کسی قول و فعل سے بحث نہیں کیگئی - تا حدیکہ آتش پرستی کا بھی کہیں ذکر نہیں آیا میرا خیال ہی کہ اُس عہد کے مجوس آتش روشن کو بطور قبلہ استعمال کرتے ہونگے ورنہ جس طرح لا تسجدوا

للشمس ولا للقمر باوجود ابطال تعدد آلہہ نازل ہوا اسی طرح کسی آیت سے آتش پرستی کی بھی ممانعت ہوتی۔ حال آنکہ مجوس کا لفظ قرآن مجید میں اکثر مقام پر موجود ہے مگر ایسی کوئی آیت نہیں جس سے صراحۃً فرقہ مجوس پابند دین زردشتی کی بد اعتقادی ثابت ہو۔

چند کم فہم مصنفین نے کلام الٰہی پر اعتراض کئے ہیں جنکا جواب دینا اس سلسلے میں واجب معلوم ہوا پہلا اعتراض یہ ہے کہ معاذ اللہ قرآن پاک میں اکثر حکایات کاذبہ+ موجود ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ جو روایات کلام اللہ میں موجود ہیں وہ زمانۂ نزول میں جملہ علمائے یہود و نصاریٰ نے متواتر سنیں اگر کچھ بھی کسی حکایت میں کذب و دروغ ہوتا اسیوقت اعتراض ہوتا حال آنکہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں جب تک توریت و انجیل بزبان عبرانی و سریانی موجود نہوں نہیں کہسکتے کہ فلاں واقعہ غلط ہے۔ بعض حکمائے اسلام کا یہ بھی خیال ہے کہ اکثر حکایات ماضیہ واقعات نہیں ہیں بلکہ مطالب عملیہ ہیں جو بطور استعارہ بیان ہوئے ہیں۔ اس لحاظ سے کوئی حکایت دروغ نہیں ہوسکتی

دوسرا اعتراض اس آیت حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون پر وارد کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب تبلیغ رسالت محض اصلاح عقائد کیواسطے تھی پھر جزیہ لیکر اہل کتاب سے دست کش ہو جانے کے کیا معنی

واضح ہو کہ جملہ اہل کتاب کی توحید میں اُسوقت دو عیب پیدا ہو گئے تھے ایک یہ کہ نصاریٰ تثلیث کے قائل ہو گئے تھے اور یہود و نصاریٰ عزیر و مسیح علیہما السلام کو فرزند خدا سمجھتے تھے۔ ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ دوسرا نقص یہ تھا کہ بعض اوقات خدا کی نسبت کلمات گستاخی آمیز کہتے تھے۔ ہنگام افلاس و تنگدستی یہود کا یہ کہنا کہ یَدُ اللہِ مَغْلُوْلَۃٌ کمال بے ادبی کا کلمہ تھا۔ ان خرابیوں کی اصلاح کیگئی۔ جب دیکھا کسی طرح نہیں مانتے۔ ناچار

+ قصہ اصحاب الکہف والرقیم سے مراد سرسید احمد خاں کے نزدیک بدھ چندر جی اور وہ لوگ ہیں جو انکے ہمراہ اپنا شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے کتب برہمہ میں برہما من اور حضرت نوح کے واقعات اسقدر مشابہ ہیں کہ سوا نام کے اور کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا

اُن کی تذلیل کیواسطے جزیہ مقرر ہوا۔ شاید یہ سزا پاکر اپنی حرکات ناشائستہ سے باز رہیں مشرکین عرب سے کبھی جزیہ نہیں لیا گیا یا وہ ایمان لائے یا قتل ہوئے۔ ہاں اگر اہل شرک سے بھی جزیہ وصول کیا جاتا اُسوقت یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ صاحب کتاب ہونے کے باعث سے جو کبر یہود وغیرہ اقوام مختلفہ کی طبیعت میں پیدا ہوا تھا اُسکے مقابل میں جزیہ سے زیادہ اور کوئی سزائے معقول نہیں ہو سکتی تھی۔ اسی سبب سے کہ مشرکین سزائے جزیہ سے متاثر نہونگے

ایک اعتراض بھی ہے کہ قرآن مجید میں جابجا کبھی خورشید وماہ وستاروں وغیرہ کی کبھی شب وروز کی قسم کھاکر اظہار مطالب کیا ہے یہانتک کہ شہر و بلد کی بھی قسم موجود ہے یہ فعل مرتبۂ الٰہی کے بالکل خلاف ہے۔ اس سبب سے کہ اشیائے مذکورہ کی توہین مقصود تھی تاکہ اُنکے سجدہ کرنے سے اہل شرک احتیاط کریں مگر قسم سے اُن اشیاء کی تعظیم ظاہر ہوتی ہے

اسکا جواب یہ ہے کہ دفعۃً اُس خیال کا دفع کرنا جو ہزارہا سال سے طبائع مختلفہ میں موجود ہو آسان کام نہیں۔ اول تالیف قلوب و حصول توجہ کے واسطے مشرکین کے اشیائے عبادت کی قسم کھائی تاکہ وہ یہ سمجھکر کہ ہمارے معبود کی تحقیر نہیں کی گئی ہے بلکہ قابل قسم سمجھا ہے۔ پاس آئیں اور کلام الٰہی کو سنکر اُسپر بخوشی عمل کریں۔ بعد ازاں نفس مطلب بیان کیا گیا۔ اس طریقے سے مشرکین کو موقع دیا کہ وہ بات سنیں اور سمجھیں کہ امر واقعی کیا ہے۔ اگر اس ترکیب سے کام نہ لیا جاتا وہ لوگ ہرگز ایک بات نہ مانتے بلکہ کلمات توہین سنکر پاس تک نہ آتے۔ پند و نصیحت سے متاثر ہونا شئی دیگر ہے

روح وبقائے روح

روح جسکو اصطلاح حکمائے اسلام میں نفس ناطقہ کہتے ہیں۔ یہ درحقیقت کیا چیز ہے۔ اسکا جواب مذہب نے توضیح کے ساتھ بمصالح نہیں دیا۔ اسی طرح بقائے نفس بعد الموت کی بھی کوئی دلیل شافی صراحۃً مذہب میں نہیں ہے۔ ظاہر اسباب اِن مسائل کی دقت کے لحاظ سے اُنکا کتمان اظہار سے زیادہ مناسب سمجھا گیا مگر بقائے روح پر مذہب نے زیادہ زور دیا ہے۔ حکمائے اسلام نے جو دلائل بقائے نفس ناطقہ کے لکھے ہیں وہ اُن کی طبعزاد ہیں۔ بلکہ مصنفین یونان کی کتب سے ماخوذ کی گئی ہیں۔ قرآن وحدیث میں وہ دلائل صراحۃً موجود نہیں

قل الرُّوح من اَمرِ ربّی وما اوتیتم من العلم الّا قلیلاً (سورۂ بنی اسرائیل)

جو حقیقت روح دریافت کرتے ہیں اُن سے کہو کہ روح امر ربانی ہے۔ تمکو اسقدر عقل نہیں دیگئی کہ امر کو سمجھ سکو امر ربی نے روح کی حقیقت ضرور بیان کی ہے مگر یہ کون سمجھے کہ امر ربیّ سے کیا مقصود ہے

اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ (القرآن)

حاصل معنی۔ ہم سب کا مالک خدا ہے۔ اور ہم سب اُسی کی طرف معاودت کر رہے ہیں لفظ لِلّٰہ میں لام اول بقاعدۂ عربی تملیک کے واسطے آیا ہے اِلیٰ بمعنی انتہار غایت ہے خداوند عالم مکان کا محتاج نہیں۔ نہ مکان اُسکا احاطہ کر سکتا ہے۔ اسوجہ سے رجوع الی اللہ اشارہ ہے کمال نفس کیطرف۔ واللہُ اعلم بحقیقۃ الحال

روی ان اللہ تعالیٰ یقول فی بعض کتبہ یا ابن آدم انا حیٌّ لا یموت۔ اطعنی فیما امرتک اجعلک حیًا لا تموت۔ ترجمہ۔ اے فرزند آدم میں زندہ جاوید ہوں تو میرے احکام کی تعمیل کریں تجھکو بھی زندہ جاوید بنا دونگا

بعض احادیث سے ثابت ہوتاہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جو جبرئیل ومیکائیل سے مرتبے میں زیادہ ہے

علی ابن ابراھیم باسنادہ عن الصادقؑ قال الروح ملک اعظم عن جبرئیل و میکائیل (البحار جلد ۱۴)

عن ابی بصیر قال سالت اباعبداللہؑ عن قولِ اللہِ عزوجل وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوحِ الخ قال خلق اعظم من جبرئیل ومیکائیل کان مع رسول اللہؐ وھو مع الائمۃ وھو الملکوتِ

فرمایا۔ روح ایک مخلوق ہے جو جبرئیل ومیکائیل سے رتبے میں زیادہ ہے اور یہ مخلوق جس کا نام روح ہے حضرت محمد مصطفےٰؐ اور ائمہ علیہم السلام کے ہمراہ رہی ہے اور اس روح کا تعلق عالم ملکوت (ملائکہ) سے ہے

عن النبی ص قال ما خلقتم للفناء بل خلقتم للبقاء وانما تنتقلون من دارٍ الی دارٍ (عقائد شیخ صدوق)

تم لوگ فنا کے واسطے نہیں پیدا کئے گئے۔ بلکہ بقائے دوام کے واسطے بنائے گئے ہو (موت کو یہ نہ سمجھو کہ وہ تمکو فنا کردیگی۔ بلکہ) فقط ایکگھر سے دوسرے گھر کیطرف تمکو منتقل ہونا ہے

عن المفضّل عن ابی عبداللہ ع قال مثل روح المؤمن وبدنہ کجوھرۃٍ فی صندوقٍ اذا اخرجت الجوھرۃ منہ طرح الصندوق ولم یعباء بہ۔

انسان کامل کی روح اسکے بدن میں اسطرح ہے۔ جسطرح ایک گوہر بے بہا کسی صندوق میں ہوتا ہے۔ جب گوہر نکال لیا جاتا ہے پھر صندوق کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔

سئل الصادق ع عن ارواح المومنین فقال فی الجنہ علی صور ابدانھم لو رایتہ لقلت فلان (التہذیب)

ارواح مومنین کی بہشت میں بالکل وہی صورت ہے جو اُن کی صورت اس دنیا میں تھی۔ اگر اپنے کسی دوست کو تو دیکھتا فوراً کہدیتا کہ وہ فلاں شخص ہے

اَلْمَوْتُ وَالْبَرْزَخُ

قیل لمحمد ابن علی الباقر علیہ السلام ما الموت قال ھو النوم الذی یاتیکم فی کل لیلۃ الا انہ طویل مدتہ لا ینتبہ الا یوم القیامۃ۔ ترجمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حقیقت موت دریافت کیگئی فرمایا موت (کوئی نئی چیز نہیں) وہی نیند ہے جو ہر شب تمکو آتی ہے فقط فرق اسقدر ہے کہ یہ نیند سونیوالا قیامت کے پیشتر بیدار نہیں ہوسکتا۔ فمن رأی فی منامہ من اصناف الفرح ما لا یقدر قدرہ ومن رأی فی منامہ من اصناف الاھوال ما لا یقدر قدرہ فکیف حال فی النوم وجل فیہ ھذا ھو الموت فاستعدوا لہ

توضیح۔ حالت خواب میں فی الجملہ نفس کا تعلق بدن سے کم ہوجاتا ہے۔ موت اس تعلق کو ہمیشہ کیواسطے فنا کردیتی ہے بس فرق موت اور نوم میں یہ ہے عمل مقناطیس کے ذریعہ سے جو نیند پیدا کیجاتی ہے وہ غیر طبعی ہوتی ہے مگر نوم طبعی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے اسلئے موت سے بہت مشابہ ہوتی ہے جسقدر قوائے دماغی مضمحل ہونگے اسیقدر نفس آزاد ہوکر کیفیات اور محسوسات روحانیہ کا ادراک کریگا۔ خداوند کریم کی یہ رحمت عامہ اور خور شکر وسپاس ہے کہ نیند کو ضروریات ستہ میں قرار دیا اور فعل طبعی فرمایا تاکہ روز کی مشق سے موت کی کراہت رفع ہو اور حضور موت کے وقت نفس باطمینان اپنے بدن سے علیحدہ ہوجائے۔ فَبِاَیِّ اٰلَاۤءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

قیل لعلی ابن الحسین علیھما السلام ما الموت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا کہ موت کیا چیز ہے فرمایا للمؤمن کنزع ثیاب وسخۃ او فک قیود واغلال ثقیلۃ والاستبدال بافخر الثیاب واطیبھا فرمایا مومن کامل النفس کیواسطے موت بالکل تغیر لباس کے حکم میں ہے لباس کہنہ و بوسیدہ اتار کر لباس فاخرہ پہن لیا اور قیود و مشقت سے فارغ البالی حاصل کی مگر اہل کفر و نفاق کیواسطے بالعکس سمجھنا چاہئے

قیل لمحمد ابن علی ابن موسی علیہ السلام ما بال ھؤلاء المسلمین یکرھون الموت۔ فقال لانھم جھلوہ فکرھوہ ولو عرفوہ وکانوا من اولیاء اللہ حقا لاحبوہ ولیعلموا ان الاخرۃ خیر لھم من الدنیا۔ ترجمہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ اہل اسلام موت کو کیوں مکروہ سمجھتے ہیں فرمایا اسوجہ سے کہ وہ حقیقت موت سے آگاہ نہیں ہیں اور اگر آگاہی کے ساتھ فی الواقع اولیاء اللہ ہوتے بے شبہ موت کو محبوب جانتے اور سمجھتے کہ آخرت انکے واسطے اس دنیا سے بہتر ہے

البرزخ عن الصادق ع البرزخ القبر وھو الثواب والعقاب بین الدنیا والاخرۃ

امام جعفر الصادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ برزخ سے مراد قبر ہے اور برزخ اُس ثواب و عقاب کا نام ہے جو دنیا اور آخرت کے درمیان ہوتا ہے۔

توضیح۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ احادیث میں قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں ہے جس میں بدن فنا ہونے کیواسطے دفن کیا جاتا ہے بلکہ قبر سے مقصود وہ عالم ہے جسکو برزخ یعنی واقع فی الوسط کہتے ہیں۔ عذاب قبر و ثواب قبر وغیرہ اسی عالم میں ہوتا ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آخرت جس عالم کا نام ہے وہ عالم برزخ سے علاوہ ہے۔ فافہم۔

قال النبی صلعم یا بنی عبد المطلب ان الرائد لا یکذب اہلہ والذی بعثنی بالحق نبیا لتموتن کما تنامون ولتبعثن کما تستیقظون وما بعد الموت الا الجنۃ والنار۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ اعتقادیہ میں البعث بعد الموت کے عنوان میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے کیونکہ جو حکماء وجود الٰہی کے قائل نہیں اُنکا اور مشرکین عرب کا خیال تھا کہ نفس اس کیفیت کا نام ہے جو دماغ و اعصاب کی ترکیب خاص سے پیدا ہوتی ہے مگر جب عند الموت دماغ و نظام عصبی میں فساد آجاتا ہے اُسوقت یہ کیفیت باطل ہو جاتی ہے اس خیال نے بقا بعد الموت و ثواب و عذاب وغیرہ سب کو باطل کر دیا تھا چنانچہ کما یئس الکفار من اصحاب القبور میں اسی خیال کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس حدیث مذکور میں بھی اسی خیال کی تردید کیگئی ہے فرماتے ہیں اے اولاد عبد المطلب میں بقسم کہتا ہوں کہ تمہاری حالت مرنے کے بعد وہی ہوگی جو سونے کیوقت ہوتی ہے اور جسطرح تم جاگتے ہو اسی طرح مبعوث ہوگے موت کے بعد اور کچھ نہیں۔ یا بہشت ہی بہشت ہے یا دوزخ ہی دوزخ۔

عن الصادق ع الدنیا سجن المومن والقبر حصنہ والجنۃ ماواہ۔ ترجمہ۔ فرماتے ہیں کہ دنیا مومن کامل النفس کا قید خانہ ہے (کیونکہ شب و روز اسی ملاحظۂ احوال و صلاح اعمال میں گزرتا ہے) اور اسکی قبر اُسکا قلعہ ہے (قبر کو قلعہ اس لحاظ سے فرمایا کہ جسطرح کوئی شخص کسی کے قلعے میں بلا اجازت صاحب قلعہ داخل نہیں ہو سکتا اسیطرح صاحب قبر جس عالم میں ہے اس عالم میں کوئی شخص بے صاحب قبر کی اجازت و مرضی کے نہیں داخل ہو سکتا) اور بہشت مومن کامل النفس کے واسطے جائے بازگشت ہے۔

عن الصادق ع قال کلکم فی الجنۃ ولکن اتخوف علیکم فی البرزخ۔ قلت وما البرزخ قال منذ حین موتہ الی یوم القیامۃ۔ ترجمہ امام ششم فرماتے ہیں کہ رفتہ رفتہ تم سب بہشت میں پہنچ جاؤ گے مگر تمہارے واسطے مجھے عالم برزخ کا خوف ہے راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا برزخ کے کیا معنی۔ فرمایا موت کے وقت سے قیامت تک جو عالم ہے اُسکو برزخ کہتے ہیں۔

الحشرُ والمعادُ

آج سے پچاس برس ادھر جس رسوخ کے ساتھ عقائد مذہبی کا یقین تھا وہ اس عہد میں نہیں رہا تعلیم انگریزی نے طبائع پر ایسا اثر کیا کہ خیالات بالکل بدل گئے۔ اس زمانے میں خوف تکفیر سے کام نہیں چلتا بلکہ امر حق کا اظہار اس عنوان سے کہ قریب القیاس ہو بہت کام آتا ہے۔ وہ زمانہ جب ارسطوئے یونانی کی دلیلیں کام آتی تھیں اب نہیں ہا۔ اب اسکی ضرورت ہی کہ فلسفہ جدید کے روبرو مذہب قائم رہے اس خیال سے میں نے اس عنوان مذکورہ بالا میں جابجا چند استعارات مخودہ کا بقدر امکان حل کیا ہے امید کہ اہل نظر میری اس جانکاہی کی داد دینگے۔ الدبس باقی ہوس۔ وَبِاللّٰهِ التَّوفِيق

قیامت کا خیال کب سے اور کیوں ہوا اُس کی تاریخ بھی خالی از لطف نہیں۔ اول مذاہب مختلفہ کا عقیدہ جو قیامت کے متعلق ہی لکھتا ہوں پھر اہل اسلام کا جو خیال و اعتقاد ہی وہ لکھونگا قدیم الایام سے تغیر و انقلاب کے مشاہدے نے یہ خیال ذہن نشین کر دیا تھا کہ ایک نہ ایک دن یہ عالم مادی ضرور فنا ہوگا۔ انبیائے سلف بھی ہمیشہ سے فنائے عالم امکان کی خبر دیتے آئے ہیں۔ یہی انبیا علیہم السلام نے بتا دیا ہی کہ فنا کے بعد پھر ایک عالم جدید پیدا ہوگا کیونکہ خدا کی عقل و قدرت معطل نہیں ہوسکتی یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ ۱۲۔

بزرگانِ دین برہمہ نے یہ تسلیم و تعلیم کیا ہی کہ ایک زمانے میں یہ زمین مع مالہا و ماعلیہا ضرور معدوم ہوگی اس فنائے محدود کا نام سنسکرت میں پرلے بکسر بائے فارسی و لام ہی اور اُس دن کو جب جملہ کائنات فنا ہوگی مہاپرلے یعنی قیامت کبریٰ کہتے ہیں۔ اسکے بعد عالم جدید کا پیدا ہونا بھی کتب ہنود میں موجود ہے جس کی تفصیل بخیال طول مضمون ترک کی گئی

مصر میں یہ خیال بہت رسوخ کیا تھا موجود تھا کہ نفوس بعد مفارقت بدن قیامت کے دن پھر اپنے ابدانِ اولین میں رجعت کرینگے۔ اس خیال سے کہ وقت رجوع زحمت و تردد عائد حال نہو مصر کے باشندے جسم میت کو مختلف تدابیر سے فنا ہونے سے محفوظ رکھتے تھے چنانچہ اسوقت تک ہزار ہا سال

کی لاشیں بعینہ اُسیطرح موجود ہیں۔ اگرچہ فی الواقع خاک ہوگئیں ہیں مگر بظاہر رنگ میں تغیر اور اعضائے بدن میں تفرق نہیں ہوا مگر آجتک کسی روح نے جسم اول کی طرف رجعت نہیں کی

دین زردشتی بھی اس یقین سے خالی نہیں ہے چنانچہ زبان پہلوی میں قیامت کو فرشوگرد کہتے ہیں اور ژند اوستا میں فرشوگرنت نام لکھا ہے۔ اسیطرح یہود و نصاریٰ کی کتب مقدسہ میں بھی قیامت کا خیال موجود ہے مسلمین بھی حشر اجساد اور فنائے جملہ کائنات کے قائل ہیں۔ مگر اکثر حکمائے اسلام حشر ارواح کو صحیح سمجھتے ہیں اور حشر اجساد کے منکر ہیں اُنکا خیال ہے کہ مکلف اصلی نفس ناطقہ ہے۔ عذاب و ثواب کا ادراک بھی نفس ناطقہ کرتا ہے۔ امر حق یہ ہے کہ معاد ایک راز سربستہ ہے جسکا حال من جمیع الوجوہ سوا خدا کے اور کوئی نہیں جانتا وعندہ علم الساعۃ میرے اس خیال کا شاہد عادل ہے یا انبیاء و اوصیاء انبیاء علیہم السلام واقف ہیں حدیث و قرآن میں قیامت کے واسطے مختلف المعانی الفاظ وارد ہوئے ہیں جن سے قیامت کی حقیقت یا جو اُس دن ہوگا اُسکا حال معلوم ہوتا ہے میں فقط اُن الفاظ کے تذکرے پر قناعت کرونگا

المعاد۔ جائے بازگشت یا مجازاً خود بازگشت۔ یوم الحشر۔ روز اجتماع خلائق۔ یوم الدین۔ روز معاملہ۔ یوم النشور۔ روز حیات بعد الموت۔ یوم الحساب روز جزا۔ یوم التغابن۔ ہار جیت کا دن۔ یوم الساعۃ۔ الیوم الاخر۔ یوم البعث۔ روز بعثت بحیات۔ یوم التناد

اذا مات الانسان قامت قیامتہ۔ جب آدمی مرتا ہے اُسکی قیامت اُس دن ہوتی ہے یہ حدیث بھی نظر سے گزری ہے

ابوالقاسم علی بن موسیٰ ابن جعفر الحسن الطوسی علیہ الرحمۃ جمال الاسبوع کی فصل اول میں لکھتے ہیں حدثنا ابو محمد الضمیری قال حدثنا ابو عبد اللہ البجلی باسنادہ رفعہ الیہم صلوٰۃ اللہ علیہم قال من جعل ثواب صلوتہ لرسول اللہ صلعم وامیر المومنین والاوصیاء من بعدہ اضعف اللہ ثواب صلواتہ اضعافاً مضاعفۃ حتی ینقطع النفس ویقال لہ قبل ان یخرج روحہ عن جسدہ یا فلان نفقتک الینا والطافک لنا ھذا یوم مجازاتک ومکافاتک فطب نفساً وقر عیناً بما اعد اللہ لک وھنیاً لک ما صرت الیہ الخ۔ ترجمہ۔ جو شخص کوئی

مستحب نماز پڑھے اور اُسکا ثواب جناب رسالت مآب اور ائمہ طاہرین علیہم السلام کے نذر کرے اس نماز کا ثواب خود مصلی کو بمراتب زیادہ عنایت ہو اور قبل اسکے کہ اُسکی روح اسکے بدن سے علیحدہ ہو اس سے کہا جائیگا کہ تیرا ہدیہ وتحفہ ہم تک پہنچا اور آجکے دن تجھے تیرے افعال کا عوض دیا جائے (اندوہناک نہو) بلکہ وہ سامان دیکھکر خوش ہو جو خداوند کریم نے تیرے واسطے مہیا فرمایا ہے

اظہار مطلب - اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وفات کے بعد عمل خیر وشر کا بدلا دیا جاتا ہے اور روز وفات یوم الحساب ہے اور اس حدیث سے تائید ہوتی ہے حدیث مذکورہ بالا کی اذا مات الانسان الخ - واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

والوزن والمیزان - قال اللہ تعالیٰ والوزن یومئذٍ الحق - ترجمہ لفظی - قیامت کے دن وزن اعمال انصاف کے ساتھ کیا جائیگا۔

شیخ ابوعلی مفسر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں

قیل ان الوزن عبارۃ عن العدل فی الآخرۃ وانہ لا ظلم فیہ - وقیل ان اللہ ینصب یوم القیامۃ میزانا لہ لسان وکفتان فیوزن بہ اعمال العباد - وقیل تظہر الحسنات فی صورۃ حسنۃ والسیئات فی صورۃ سیئۃ - وقیل نفس المومن ونفس الکافر - وقیل المراد بالوزن ظہور مقدار المومن فی العظم ومقدار الکافر فی المذلۃ - وقیل اراد الانبیاء والاوصیاء علیہم السلام

ترجمہ - بعض کے نزدیک وزن سے مراد عدل ہے - بعض کہتے ہیں کہ قیامت کے روز ایک ترازو نصب کیجائیگی جسکی ایک زبان اور دو پلے ہونگے - اس ترازو سے بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائیگا - بعض کی یہ رائے ہے کہ روز حشر اعمال حسنہ بصورت حسن ظاہر ہونگے اور اعمال زشت بصورت قبیح - اسکا نام وزن ہے - بعض کے خیال میں نفس مومن وکافر کا انداز کیا جائیگا اس انداز کرنیکو مجازاً وزن سے تعبیر کیا ہے - بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ آیت مذکورہ میں موازین القسط سے مراد انبیاء اور اوصیاء ہیں

فقیر کے نزدیک احتمال دوم میں بھی میزان سے مراد علم و عدل الٰہی ہے۔ ایک پلہ علم ہے جس نے جمیع کائنات کا احاطہ کیا ہے۔ دوسرا پلہ عدل ہے۔ زبان ترازو اصطلاح میں اس چیز کا نام ہے جسکے ذریعے سے ترازو کو بلند کرتے ہیں۔ اس احتمال میں غالباً زبان ترازو سے مراد ارادہ الٰہی ہے

الصراط اصطلاح مذہب میں صراط بکسر صاد مہملہ ایک پل کا نام ہے جو دوزخ پر بچھایا جائیگا۔ زبان پہلوی میں اسکو پل چنواد بفتح جیم فارسی کہتے ہیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں الصراط فی وجہ آخر اسم حجج اللہ تعالیٰ فمن عرفھم فی الدنیا واطاعھم اعطاہ اللہ جواز اعلی الصراط الذی ھو جسر جھنم یوم القیامۃ۔ کہتے ہیں کہ صراط سے انبیاء و اوصیاء بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جو انبیاء و اوصیاء کا مطیع ہوگا اسکو آسانی صراط پر سے عبور کرنیکا موقع دیا جائیگا اور صراط اس پل کا نام ہے جو بروز قیامت جہنم پر فرش کیا جائیگا۔

میں نہیں سمجھا کہ شیخ مذکور نے یہ کیا فرمایا۔ کبھی کہتے ہیں کہ صراط سے مراد انبیاء و اوصیاء ہو سکتے ہیں کبھی فرماتے ہیں کہ انکی اطاعت کے باعث عبور صراط میں آسانی ہوتی ہے۔ اگر انبیاء و اوصیاء کا نام صراط ہے پھر اس تعلیل کے کیا معنی ہوئے۔ جب صراط ایک علیحدہ چیز قرار دیگئی پھر مراد اور تاویل مذکور بے معنی امر ہے۔

بعض اہل فہم نے اس استعارے کی یوں توضیح کی ہے چنانچہ مجمع البحرین میں لکھا ہے الصراط المستقیم ھو الدین الحق الذی لا یقبل اللہ من عبادہ غیرہ۔ وانما سمی الدین صراطاً لانہ یؤدی بمن یسلکہ الی الجنۃ کما ان الصراط یؤدی من یسلکہ الی المقصد۔ صراط مستقیم سے دین حق مراد ہے اور دین کو صراط اسوجہ سے کہتے ہیں کہ جسطرح راہ راست کا مالک منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے اسیطرح دین حق کا پیرو داخل جنت

الحساب قرآن مجید میں ہے۔ ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ ترجمہ۔ جو تم لوگوں کے دلمیں ہے خدا اسی کے مطابق تم کو عوض دیگا خواہ ظاہر کرو خواہ اپنے دلکی بات پوشیدہ رکھو حساب بمعنی جزا ہے۔ جزائے خیر ہو یا جزائے بد۔ شیخ صدوق علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں فحساب الانبیاء والائمۃ علیھم السلام یتولاہ اللہ عز وجل۔ انبیاء و ائمہ علیہم السلام کے حساب کا کفیل خود باری تعالیٰ ہوگا ویتولی کل نبی حساب اوصیائہ، اور پیغمبر اپنے اوصیاء کے محاسب ہونگے ویتولی الاوصیاء حساب الامم اور اوصیاء اپنے اپنے انبیاء کی امت کے محاسب ہونگے

اَلتَّوْبَةُ

افعالِ زشت و نکوہیدہ کو قصداً ترک کر کے اطاعت خدا کی طرف توجہ و رجوع کا نام توبہ ہے۔ خدا کا نام التوّابُ اس وجہ سے ہے کہ وہ توبہ قبول فرماتا ہے۔ توبہ کا قبول کرنا عقلاً نفس سے اثر گناہ کے مٹانے میں کنایۃً مستعمل ہے۔ نقلاً علی الظاہر عذاب جہنم سے محفوظ رکھنا مراد لیا جاتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ نفس بہیمی (Lower mind) یا جہالت ہر گناہ کا سبب ہوتی ہے۔ عقل گناہ کا ضرر سمجھاتی ہے۔ ارتکاب معاصی کے بعد جب نفس کو اپنی غلطی پر تنبہ ہوتا ہے اُسوقت فطرتاً یہ قصد ہوتا ہے کہ آئندہ پھر اس گناہ کا ارتکاب نہ کیا جائیگا۔ بنا بریں علی ذالک توبہ کیواسطے تین بہت ضروری شرطیں ہیں تنبیہ[1] یہ عقل کا فعل ہے۔ ندامت[2] یہ ایک قدرتی کیفیت ہے جو تنبہ کے بعد نفس میں پیدا ہوتی ہے۔ اور تیسری[3] شرط یہ قصد[4] (Determination) کہ آئندہ ایسا نہ کرینگے۔ جب یہ تینوں قوتیں (تنبہ۔ ندامت اور قصد) ایک عرصے تک اپنا عمل کرتے رہتے ہیں اُسوقت توبہ کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ جسکی علامت ہمارے مذہب نے تواضع قرار دی ہے۔ مگر تواضع حقیقی ہو۔ انکسار وضعی بجائے خود ایک دوسرا گناہ اخلاقی ہے۔ اس دلیل سے توبہ کے بعد اسقدر مہلت کا ہونا ضرور ہے کہ نفس سے گناہ کا اثر بالکل معدوم ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ گناہ کے بعد فوراً توبہ کرنا واجب ہے حضور موت کے وقت تک توبہ کا انتظار اہل معرفت کے نزدیک بالکل غلطی ہے

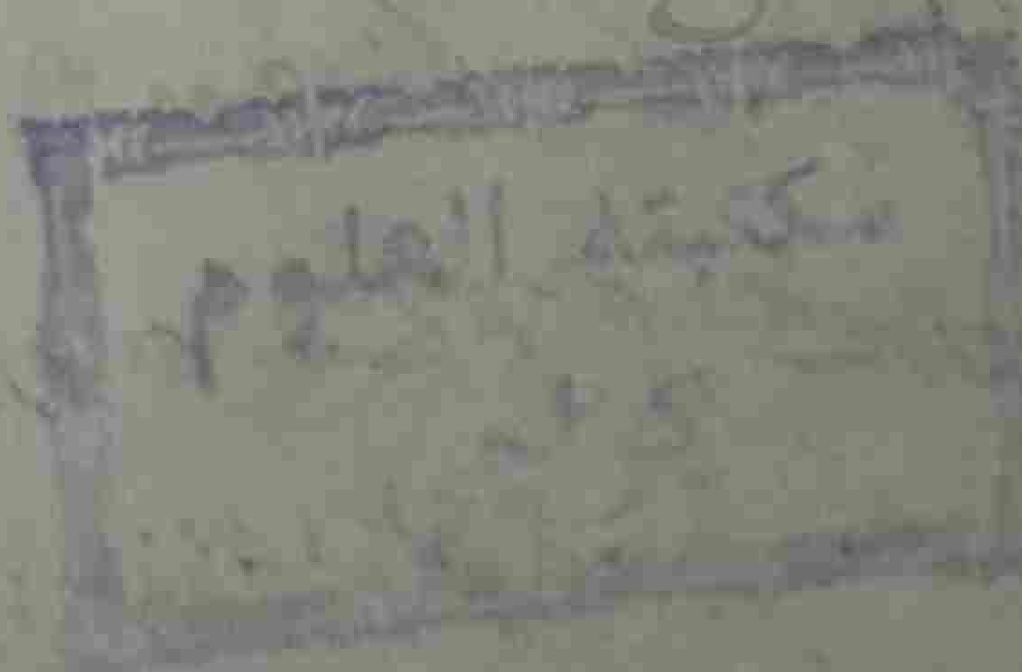
شیخ بہاؤالدین عاملی علیہ الرحمہ شرح اربعین میں ۳۸ حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

اما التوبة عند حضور الموت وتيقن الفوت وهو المعبر عنه بالمعاينة فقد انعقد الاجماع على عدم صحتها۔ ترجمہ اجمالی۔ جب آثار موت سے موت کا یقین ہو جائے اُسوقت کی توبہ بالاجماع صحیح نہیں۔ ثبوت اجماع کیواسطے شیخ علیہ الرحمہ نے یہ قرآن کی آیت نقل کی ہے

لَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰی اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَهُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا - ترجمہ اجمالی - اُن لوگوں کی توبہ مفید نہیں ہے جو (زندگی میں) گناہ کریں اور مرتے وقت اپنے گناہ سے توبہ کرلیں - اور (اسی طرح) جو تادم مرگ خدا سے منحرف ہے (اُن کی بھی توبہ نامقبول ہے) اسکے بعد لکھتے ہیں - وقد نقلوا المحدثوا الامامیۃ عن ائمۃ اہل البیت احادیث متکثرۃ فی انہ لا تقبل التوبۃ عند حضور الموت وظہور علامتہ ومشاہدۃ اہوالہ" ترجمہ - محدثین امامیہ نے بکثرت حدیثیں اس مضمون کی ائمہ اہلبیت سے نقل کیں ہیں کہ بعد ظہور علامات موت توبہ قبول نہیں ہوتی - اکثر احادیث اس مضمون کی بھی نظر سے گذریں ہیں - جن سے عند الموت بھی توبہ کا قبول ہونا ثابت ہوتا ہے - مگر چونکہ کوئی آیت اُن احادیث کی تائید نہیں کرتی اسوجہ سے وہ احادیث واجب العمل ہونگی جن کا مؤید کلام الٰہی ہے

عن ابی بصیر قال سئلت اباعبد اللہ علیہ السلام یا ایہا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا - فقال ہو الذنب الذی لا یعود فیہ ابدًا

ترجمہ - ابو بصیر کہتا ہے کہ ابو عبد اللہ الصادق علیہ السلام سے پوچھا کہ آیت (مذکورہ) میں توبۂ نصوحًا سے کیا مراد ہے - ع فرمایا - وہ توبہ مراد ہے جسکے بعد پھر اس گناہ کا ارتکاب ہرگز نہو جس سے توبہ کی تھی - (الکافی)



الکفرُ و الشرکُ

لفظ کفر کا استعمال سرزمین عرب میں قبل ظہور دین اسلام چھپانے کے معنے میں ہوتا تھا۔ چونکہ کاشتکار اول تخم زمین پر ڈالتا ہے اور پھر اسکو خاک سے چھپا دیتا ہے۔ اسی مناسبت سے کاشتکار کو پیشتر کافر کہتے تھے اور اب مزارع اور فلاح کہتے ہیں۔ وجود خدا سے انکار درحقیقت وجود خدا کا پوشیدہ کرنا ہے۔ اِس خیال سے ابتدا میں فقط منکر خدا کیواسطے کافر کا لفظ منتخب ہوا اسکے بعد پھر ہر عقیدہ مذہب کے منکر کو کافر کہنے لگے۔ مگر یہ استعمال مجازی ہے۔

سئل ابو بصیر عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السّلام فی من شک فی اللّٰہ قال کافر۔ ابو بصیر نے حضرت جعفر الصادق علیہ السلام سے پوچھا کہ جس شخص کو وجود خدا میں شک ہو اسکو کیا کہیں۔ فرمایا وہ کافر ہے۔ پھر پوچھا فشک فی رسول اللّٰہ ص قال کافر۔ اگر کسی کو رسالت میں شک ہو فرمایا وہ بھی کافر ہے۔

فی حدیثٍ طویلٍ عن ابی عبد اللّٰہ ع قال الکفر فی کتاب اللّٰہ علی خمسۃ اوجہٍ قرآن مجید میں کفر کی پانچ صورتیں موجود ہیں۔ (۱) کفر الجحود۔ پھر اسکی دو قسمیں ہیں۔ الجحود بالربوبیۃ وھو قول من یقول لا ربّ ولا جنّۃ ولا نار۔ وجود خدا کا انکار۔ مثلاً کوئی کہے خدا نہ دوزخ ہے نہ بہشت ہے۔ والوجہ الآخر من الجحود الجحود علی معرفۃٍ وھو ان یجحد الجاھل وھو یعلم انہ حق قد استقر عندہ۔ دوسری صورت جحود (کفر) کی یہ ہے کہ کسی کو یقین کامل ہو کہ خدا یقیناً موجود ہے اور پھر معاندانہ انکار کرے (دو صورتیں یہ ہوئیں) والوجہ الثالث من الکفر کفر النعم کما قال اللّٰہ تعالیٰ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ تیسری صورت کفر کی وہ ہے جسے کفران نعمت کہتے ہیں چنانچہ خود فرماتا ہے اگر شکر کرو گے تو میں افزائش نعمت کروں گا۔ اگر کفران نعمت کروگے (یاد رکھو) میرا عذاب بہت شدید ہے والرابع من الکفر ترک ما امر اللّٰہ عزّ وجلّ۔ چوتھی قسم کفر کی یہ ہے کہ بندہ حکام الٰہی پر عمل نہ کرے

والوجه الخامس من الکفر کفر البرائة کما قال الله عزوجل انما اتخذتم من دون الله اوثانا مودة بینکم فی الحیوة الدنیا ثم یوم القیامة یکفر بعضکم ببعض (الکافی) کفر کی وجہ خامس وہ کفر ہے جسکے نتیجے میں ایک کافر دوسرے کافر سے برارت کرتا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ اسوقت آپس کی محبت کے باعث سے تمنے دنیا میں بتونکو خدا مان لیا ہے مگر قیامت کے دن تمہیں ایکدوسرے کو کافر سمجھو گے اور ایکدوسرے سے بری ہوگے

عن ابن ابی عمیر عن عبدالرحمن بن الحجاج عن زرارة قال قلت لابی جعفرؑ یدخل النار مؤمن قال لا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا کامل الایمان دوزخ میں جائیگا یا نہیں فرمایا۔ نہیں (نہیں جائیگا) قلت فیدخلها الا الکافر۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے پھر پوچھا کہ غالبًا کافر کے سوا اور کوئی جہنم میں نہ جائیگا۔ قال لا الا من شاء الله فرمایا یہ نہیں کہ ہر کافر دوزخ میں جائے بلکہ وہی کافر جہنم نصیب ہوگا جسکو خدا دوزخ میں بھیجنا مناسب سمجھے گا۔

شرک۔ باعتبار لغت کسی امر میں کسیکو شریک کرنا۔ اصطلاح مذہب میں ایک سے زیادہ خدا کا یقین کرنا شرک ہے عرب میں شرک فی العقیدة والعبادة کا رواج بابل و نینوا کی وحشی قوموں کے سبب سے ہوا تھا۔ بہرصورت شرک کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) الشرک فی العقیدة (۲) الشرک فی العبادة (۳) الشرک فی النیة (۴) الشرک فی الطاعة۔

(۱) الشرک فی العقیدة۔ تعدد آلہہ کا قائل ہونا۔ ہر قوم کے پیغمبر نے اس خیال باطل کی تردید کی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس تعدد آلہہ کی تردید عجب لطف کے ساتھ کیگئی ہے لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا اگر زمین و آسمان کے خالق و منتظم ایک خدائے حقیقی سے علاوہ اور چند خدا ہوتے یقینًا زمین و آسمان خراب ہو جاتے کیونکہ اگر متعدد خدا ہوتے وہ سب باہم یا متحد العقل والفعل ہوتے یا مختلف ہوتے۔ اتحاد کی صورت میں تعدد بالکل فضول تھا۔ اختلاف کے وقت کسی کی کچھ رائے ہوتی کسی کی کچھ رائے ہوتی۔ اور ہر خدا اپنی اپنی سمجھ کے مطابق کام کرتا اس صورت میں انتظام عالم کا ہرگز ایک قاعدہ نہ رہتا۔ مثلًا ایک زمین بناتا دوسرا اسکو معدوم کر دیتا وعلی ہذا القیاس۔ لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ جو اصول مقرر ہیں وہ ابتدائے آفرینش عالم

سے تا انتہائے آفرینش ایک ہیں اور ایک رہینگے۔ اس دلیل کے جواب سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک خدا ہے دو خدا ہرگز نہیں۔ چہ جائیکہ تین سو ساٹھ خدا ہوں۔

مولانا امیر المومنین حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں لو کان لربک شریک لاتتک رسولہ اگر تیرے خدا کا اور کوئی شریک ہوتا وہ بھی اپنے ثبوت کے واسطے اپنے پیغمبر بھیجتا مگر حال یہ ہے جو رسول جہاں آیا اُس نے ایک ہی خدا کے ماننے کی ہدایت کی۔ اس دلیل سے بھی جو اتحادِ خیالات عالم پر مبنی ہے شرک فی العقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔

عرب کے مشرکین تعدد الٰہہ کے قائل تھے۔ اُنکے گمانِ فاسد میں خالق و انتظام عالم کا دار و مدار تین سو ساٹھ اشخاص روحانی پر تھا منجملہ اُنکے ایک خدائے حقیقی کو بھی مانتے تھے جس کا نام قدیم الایام سے اللہ تھا۔ باقی کا نام لات۔ منات۔ عزیٰ۔ ودّ۔ سُواع۔ مطلب۔ نسر و یعوق وغیرہ تھا۔ کلام اللہ المجید کے تتبع سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مشرکین صفات الٰہیہ سے بالکل ناواقف تھے۔ چنانچہ واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تأمرنا وزادھم نفورا۔ جب مشرکین سے کہتے تھے کہ خدا کو جسکا نام رحمٰن ہے سجدہ کرو۔ وہ لوگ کہتے تھے رحمٰن کون ہے؟ کیا ہم اُسکو سجدہ کریں جسکو سجدے کرنیکا تم (اے محمدؐ) حکم دیتے ہو (یہ زبان سے کہتے تھے) اور دل میں (خدا کی طرف سے) اور زیادہ نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔

یہ بھی قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بہائم سیرت خدائے حقیقی کو اور خدایان فرضی سے بمرتبہ کم سمجھتے تھے لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ اُنکو نا سزا نہ کہو جنکو مشرکین عرب خدائے حقیقی سے علاوہ خدا سمجھتے ہیں ورنہ وہ معبود حقیقی کی شان میں جہالت کے سبب سے ناسزا الفاظ کہیں گے۔ اس بیان واقعی سے اُس شرک کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے جسکے بطلان کیواسطے ہمارے پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ مبعوث ہوئے تھے آیۂ انما المشرکون نجس سے انہیں مشرکین کی نجاست ثابت ہوتی ہے

خدائے حقیقی کو مخلوق کا ہم صفات سمجھنا یہ بھی شرک ہے۔ زوال و انقلاب توالد و تناسل وغیرہ اوصاف بشری سے خدا کو متصف سمجھنا جائز نہیں

(۲) الشرک فی العبادۃ۔ معبود حقیقی کے سوا کسی کو معبود مقرر کرنا۔ بطور قبلہ کسی چیز کا استعمال جو منصوص من اللہ ہو شرک مذموم نہیں

قال ابو عبد اللہ ع فی جواب ابن ابی العوجاء ھذا بیت استعبد اللہ خلقہ بہ لیختبر طاعتہم فی اتیانہ فحثہم علی تعظیمہ و زیارتہ و جعلہ قبلۃ للمصلین۔ فھو شعبۃ من رضوانہ و طریق یؤدی الی غفرانہ (الارشاد للشیخ مفید النعمانی)

ایک شخص فرقہ دہریہ کا حضرت امام جعفر بن محمد الصادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ آپ لوگ کب تک خانہ کعبہ کے گرد پھرینگے اور کب تک اُس مکان کی عبادت کرینگے جسکو خشت و سنگریزہ سے بنایا ہے۔ فرمایا۔ اُس مکان کی تعظیم کا حکم اسوجہ سے دیا گیا ہے کہ مطیع حکم و نافرمان بردار میں فرق ظاہر ہو جائے۔ اس مکان کو نمازگزاروں کا قبلہ مقرر فرمایا۔ اُسکی طرف خدا کو سجدہ کرنا خوشنودیِ الٰہی کا سبب ہے۔ کیونکہ ضمناً اسمیں اطاعت الٰہی مضمر ہے جو درحقیقت عبادت الٰہی ہے

اجتماع خیالات اور تذلیل نفس سرکش کیواسطے تعین قبلہ امر ضروری ہے۔ اس تعین میں قوم کا میلان طبعی بہت مؤثر ہوتا ہے۔ فافہم

(۳) الشرک فی النیۃ۔ اعمال خیر میں ریا و سمعہ کا قصد شرک فی النیۃ ہے

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام کل ریاء شرک انہ من عمل للناس کان ثوابہ علی الناس و من عمل للہ کان ثوابہ علی اللہ عز۔ ریا جس قسم کی ہو شرک ہے جو شخص آدمیوں کے دکھانے کیواسطے کوئی کار خیر کرے اُسکا ثواب آدمیونکے ذمے ہے اور جو کوئی قربۃً الی اللہ کام کرے اُسکا عوض خداوند کریم عطا فرماتا ہے

شریعت نے ہر عمل خیر کی نیت میں تقرب الی اللہ کی شرط مقرر فرمائی ہے۔ اس شرط میں ایک مصلحت یہ ہے کہ عامل شرک فی النیۃ سے محفوظ رہے۔ دوسری مصلحت یہ بھی ہے کہ جو عمل کسی دنیاوی غرض سے کیا جائیگا اُس کا عوض

دنیا میں دیا جائیگا وَمَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ" پھر آخرت میں اُسکے واسطے کوئی حصّہ نہیں۔ فافہم

(۴) الشرک فی الطاعۃ۔ چونکہ ارتکاب معاصی کیوقت متابعت نفس امّارہ بالسوء اطاعت الٰہی پر مقدم ہوتی ہے۔ اسوجہ سے ہر گناہ شرک فی الطاعۃ سمجھا گیا ہے۔ عن ابی بصیر و عن اسحٰق بن عمار عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام فی قول اللّٰہ عزّ وجلّ وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ۔ ترجمہ۔ اکثر اُن لوگوں میں ایسے ہیں جو بے خیال شرک خدا پر ایمان نہیں لاتے۔ ابو بصیر و اسحاق ابن عمار نے اس آیت مذکور کا مطلب حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے دریافت کیا۔ فرمایا یطیع الشیطان من حیث لا یعلم فیشرک۔ ایسا شخص ارتکاب معاصی میں شیطان کی اطاعت کرتا ہے۔ (اور یہ نہیں سمجھتا کہ اطاعت شیطان شرک فی الطاعۃ ہے) اور اسطرح مشرک ہوجاتا ہے وعنہ علیہ السلام من اطاع رجلاً فی معصیۃٍ فقد عبدہ (الکافی) جس شخص نے ارتکاب معاصی میں کسی آدمی کی اطاعت کی اُس نے درحقیقت اُسکی عبادت کی

نکتہ۔ شرک کو دانشمندان عالم نے بالاتفاق بُرا سمجھا ہے۔ کیونکہ رحمت عامّۂ الٰہی کا مقتضا یہ ہے کہ ہر نفس مرتبۂ ادنیٰ سے درجۂ اعلیٰ کیطرف رجوع کرے۔ لَنْ یُتْرَكَ الْاِنْسَانُ سُدًی (ہرگز کوئی آدمی بیکار نہ چھوڑا جائیگا) اور عالم ظلمانی سے عالم نورانی کیطرف منتقل ہو۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ہمنے تمکو بیکار پیدا کیا ہے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم سب ہماری طرف رجوع نکروگے) مگر یہ غرض اسوقت حاصل ہوتی ہے جب حقیقت کیساتھ وابستگی ہوجائے جب ایک خدا کا یقین ہوگا جو صاحب وجود حقیقی ہے اور ہر عمل خیر بقصد تقرب الی اللّٰہ کیا جائیگا یقیناً اس وقت نفس میں ایسی کیفیت پیدا ہوگی جو اُسکے پیشتر نہ تھی۔ ہر قول فعل اس غرض کے حصول میں برابر معین ہوتا رہیگا اور رجوع الی اللّٰہ مقابلتہً جلد حاصل ہوگا۔ محنت و ریاضت وقت و مال ضائع نہوگا مگر شرک میں اُن موہومات کا وجود حقیقی مانا جاتا ہے جنکا وجود مشرک کے احاطۂ خیال کے باہر کہیں نہیں ہوتا اِلَّا اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ (جنکو تم معبود حقیقی سمجھے ہو وہ فرضی نام ہیں جو تمنے یا تمہارے آباو اجداد نے اپنے دل سے تراشے ہیں) ان موجودات مفروضہ کے ساتھ محبت کرنا یا اُنکے تقرب کیواسطے جو ایک بیمعنی خیال ہے۔ زر و مال کا برباد کرنا اور وقت کا ضائع کرنا بالکل خلاف عقل ہے

اَلاِسلام والایمان

عن ابن ابی عمیر عن هشام بن سلام عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام قال قلت فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا قَالَ التَّوحِیْدُ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فطرۃ اللہ سے اس آیت (مذکورہ بالا) میں کیا مراد ہے۔ فرمایا۔ توحید (الکافی)

اس جواب باصواب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ توحید خدا کا اعتراف امر فطری اور اصل ایمان ہے۔

عنہ ایضاً علیہ السلام ان اللہ عزوجل وضع الایمان سبعۃ اسہم

امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے ایمان کو سات حصوں پر تقسیم فرمایا ہے

علی البرّ والصدق والیقین والرّضا والوفاء والعلم والحلم۔

(۱) بر یعنی نیکی Virtue ہے (۲) راست گفتاری (Truthfulness)

(۳) یقین (وجود الٰہی کا کماحقہ) (۴) رضا یعنی مقدرات الٰہیہ پر راضی رہنا۔

(۵) وفا (۶) علم (۷) حلم۔ ثُمَّ قسم ذٰلک بین الناس پھر ان صفات ہفت گانہ کو مخلوق پر تقسیم کیا۔ فمن جعل فیہ ھذہ السبعۃ الاسہم فھو کامل الایمان (الکافی۔ کتاب الایمان) جس شخص کو خداوند عالم نے ان صفاتِ مذکورہ سے متصف کیا وہ ہی کامل الایمان ہے (مؤمن کامل۔ یا کامل النفس)

قال ابو عبد اللہؑ یا عبد العزیز ان للایمان عشر درجاتٍ بمنزلۃ السلم یصعد منہ مرقاۃ بعد مرقاۃ۔ فلا یقولنّ صاحب الاثنین لصاحب الواحد لست علٰی شیءٍ حتّٰی ینتھی الی العاشرۃ فلا تسقط من ھو دونک فیسقطک من ھو فوقک۔ واذا رأیت

من هواسفل منك بدرجة فارفعه بالرفق - فلا تحملن عليه
مالا يطيق فتكسره - فان من كسر مؤمنا فعليه جبره (الکافی)

ترجمہ - حضرت امام جعفر الصادقؑ نے عبدالعزیز راوی سے فرمایا - اے عبدالعزیز آگاہ ہو کہ ایمان کے نردبان کی طرح دس درجے ہیں - بتدریج ایک درجے سے دوسرے درجے پر انسان فائز ہوتا ہے - جو شخص مثلاً درجہ دوم پر ہو اُسکو صاحب درجۂ اول سے یہ ہرگز نہ کہنا چاہیئے کہ تو کچھ نہیں ہے - اسیطرح دس درجوں تک اِس ممانعت کا خیال رکھنا لازم ہے - اگر درجۂ اعلیٰ کا فائز درجۂ ادنیٰ کے مومن کو گرادیگا اُسوقت جو شخص مثلاً درجۂ دوم سے زیادہ پہنچگیا ہے - وہ درجۂ دوم والیکو اُسی آسانی کے ساتھ گرادیگا جس طرح اُس نے درجۂ اول کو گرادیا تھا اور اگر تجھے کوئی شخص اپنے درجے سے پست تر معلوم ہو بحسن خلق اُسکو درجۂ اعلےٰ تک پہنچانے کی کوشش کر اور اُسکو ایسی تعلیم نہ دے جو اُسکی قوت یعنی تحمل سے زیادہ ہو - ورنہ وہ اُسکا تحمل نہ کرسکے گا اور خراب ہو جائیگا خوب سمجھ - کہ جو شخص کسی مومن کو اس طرح خراب کریگا پھر اُسی کو بنانا بھی لازم ہوگا -

طلب العلم

طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمةٍ (الکافی)

تحصیل علم ہر زن و مرد مسلمان پر واجب و لازم ہے

خذوا الحکمة ولو من المشرکین۔ (المحاسن)

علم و حکمت (عاقلانہ امور) حاصل کرو۔ اگرچہ مشرک ہی بتا نیوالا ہو

قال علی علیہ السلام تعلموا العلم وتعلموا للعلم الحلم والسکینة ولا تکونوا جبابرة العلماء فلا یقوم علمکم بجھلکم

حضرت علی مرتضےٰ فرماتے ہیں۔ علم حاصل کرو۔ اور علم کیواسطے حلم و وقار سیکھو۔ ظلم و تعدی سے احتیاط کرو ورنہ تمہارا علم تمہاری جہالت کے دور کرنے پر قادر نہ ہوگا

قال النبیؐ العلم ودیعة اللہِ فی ارضہ۔ والعلماء اُمنائہ علیہِ۔ فمن عمل بعلمہ ادی امانتہ ومن لم یعمل بعلمہ کتب فی دیوان الخائنین (بحار الانوار)

علم دنیا میں خدا کی امانت ہے۔ علماء اس امانت کے ذمہ دار ہیں جو عالم اپنے علم پر عمل کریگا وہ بری الذمہ سمجھا جائیگا۔ ورنہ دفتر خیانت میں اسکا نام داخل ہوگا (یعنی خیانت کرنے والوں کے ہمراہ مبعوث ہوگا

قال علی علیہ السلام اطلبوا العلم ولو بالصین (بحار الانوار جلد اول)

اگر ملک چین میں ہو وہیں علم حاصل کرو۔

آخوند مجلسی علیہ الرحمة لکھتے ہیں۔ وھو علم معرفة النفس وفیہ معرفة الربّ اس حدیث متین میں علم سے مقصود علم معرفت نفس ہے اور علم نفس سے معرفت ربّ حاصل ہوتی ہے۔

قال النبیؐ ان العلم یھتف بالعمل فان اجابہ والا فارتحل (العوالم)

علم طالب عمل ہے (یعنی بلا عمل نہ علم باقی رہسکتا ہے۔ نہ مفید ہوتا ہے) اگر عمل کیا علم باقی رہیگا ورنہ روانہ ہوگا

قال النبیؐ العلم علمان (۱) علم فی القلب وذالک علم نافع (۲) وعلم فی اللسان فذلک حجۃ علی العباد (کنز الکراجکی)

علم کے دو عنوان ہیں (۱) ایک وہ علم ہے جو دلمیں رہتا ہے۔ اور در حقیقت علم مفید یہی ہے (۲) دوسرا وہ علم ہے جو زبان پر آتا ہے۔ یہ بندگان خدا کے کام آتا ہے

قال علیؑ علیہ السلام قلب الحدث کالارض الخالیۃ ما القی فیھا قبلتہ (نہج البلاغہ)

اطفال کے قلوب یعنی نفوس مثل زمین خالی کے ہیں۔ جو تخم بویا جائیگا وہی اُگیگا

زمانہ طفولیت میں دماغ میں ہجوم خیالات نہیں ہوتا۔ اور دماغ ورق سادہ کی طرح ہر قسم کے خیالات قبول کرنے کے واسطے آمادہ ہوتا ہے۔ اسوقت جس قسم کی تعلیم اطفال کو دینی مقصود ہو دے سکتے ہیں۔ اس سے بہتر کوئی زمانہ تعلیم کا قیاس میں نہیں آتا۔ ایک یورپکا فلاسفر کہتا ہے کہ ابتدائے عمر میں ہر قسم کی تعلیم بہ آسانی ہو سکتی ہے۔ جس بچے کو چاہو زاہد بناؤ جسکو چاہو لا مذہب دہریہ یا مادہ پرست بنادو تمہارے اختیار کی بات ہے

التجارۃ

قال امیرالمومنین علیہ السلام تعرضوا التجارۃ فان لکم فیہ غنی عما فی ایدی الناس۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تجارت اختیار کرو کیونکہ تجارت میں نفع ہوتا ہے۔ اور اس نفع کے سبب سے تمکو کسی کی پرواہ نہ رہیگی۔

قال الصادق علیہ السلام التجارۃ یزید فی العقل۔

تجارت سے عقل زیادہ ہوتی ہے۔

کیونکہ تاجر کو مختلف آدمیوں سے تبدل خیالات کا موقع ملتا ہے جو باعث ازدیاد عقل ہوتا ہے۔

قال امیرالمومنین علیہ السلام اتجروا بارک اللہ لکم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ یقول ان الرزق عشرۃ اجزاء تسعۃ فی التجارۃ وواحدۃ فی غیرھا۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ تجارت کرو خدا برکت عطا فرمائے بے شبہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ رزق کے دس حصے ہیں نو تجارت سے حاصل ہوتے ہیں اور ایک اور کسی پیشے سے۔

المعاشرۃ

اس عنوان میں مجھے یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے انسان بلکہ حیوانات کے ساتھ برتاؤ کرنے کے کیا اصول مقرر فرمائے ہیں۔ اس مضمون سے بزرگان دین کی نیک نفسی و بلند خیالی کا اندازہ ہوتا ہے اور جو تعلیم ائمہ اہلبیت سے ناواقف ہیں وہ سمجھ لینگے کہ تنگ خیالی اور سوء خلق کا عنصر بفضلہ تعالیٰ ہمارے مذہب میں نہیں ہے۔

عن الصادق علیہ السلام لا تنظروا الی طول رکوع الرجل وسجودہ فان ذلک شئ اعتادہ فلو ترکہ استوحش لذلک ولکن انظروا الی صدق حدیثہ و اداء امانتہ (جواہر الاخبار)

ترجمہ۔ کسی شخص کی کثرتِ عبادت پر نظر نہ کرو۔ بلکہ یہ دیکھو کہ وہ راست گفتار اور صاحب دیانت ہے یا نہیں۔

عن ابی عبد اللہ ع قال التواصل بین الاخوین فی الحضر التزاور وفی السفر الکتاب (الکافی)

خلاصہ ترجمہ۔ جب وطن میں ہوں اُسوقت ایک کی دوسرے سے ملاقات باعث زیادتی محبت ہوتی ہے اور سفر میں خط وکتابت سے محبت بڑھتی ہے۔

عن ابی عبد اللہ ع قال ردّ جواب الکتاب واجب کوجوب ردّ السلام (الخصال)

فرمایا کہ خط کا جواب لکھنا اُسی طرح واجب ہے۔ جسطرح سلام کا جواب دینا

لا ینھاکم اللہ عن الذین لا یقاتلونکم فی الدین ولا یخرجونکم من دیارکم ان تبروا وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین۔ (الممتحنہ)

جن کافروں نے تمکو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور جن کافروں نے تمہارے مذہبی امور میں تم سے مقاتلہ نہیں کیا۔ اگر اُنکے ساتھ تم نیکی کرو اور عدل وانصاف کا برتاؤ کرو۔ خدا تم کو ایسا کرنے سے منع نہیں کرتا

اذا اتاکم کریم القوم فاکرموہ (الکافی)

جو شخص اپنی قوم میں صاحب عزت ہو جب وہ تمہارے پاس آئے اُسکی عزت کرو۔

قال النبی صلعم من عامل الناس ولم یظلمھم وحدثہم ولم یکذبھم ووعدھم فلم یخلفھم فھو مؤمن۔ (العیون)

جو شخص بندگان خدا کے ساتھ کسی معاملہ میں ظلم نہ کرے۔ اُن سے بات کرے مگر جھوٹ نہ بولے۔ وعدہ کرے اور وعدہ خلافی نہ کرے وہ بیشک مومن ہے

قال النبی صلعم مداراۃ الناس نصف الایمان والرفق بھم نصف العیش

بندگان خدا سے بہ تواضع پیش آنا نصف ایمان ہے اور اُنکے ساتھ حسن سلوک نصف عیش ہے

قال النبی صلعم راس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس

ترجمہ۔ خدا پر ایمان لانے کے بعد بہترین کار عاقلانہ یہ ہے کہ خلق اللہ کے ساتھ محبت کرے

حق ہمسایہ۔ عن الصادق ع اعلموا انہ لیس منّا من لم یحسن مجاورۃ من جاورہ

ترجمہ۔ وہ شخص ہم لوگوں میں سے نہیں ہے جو حق مجاورت (ہمسایہ) کا لحاظ نہ رکھے

حسن الجوار یعمر الدیار ویزید فی الاعمار

ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک سے آبادی زیادہ ہوتی ہے اور عمر بڑھتی ہے۔

قال علی ع من اذی جارہ حرم اللہ علیہ ریح الجنۃ وماواہ جھنم وبئس المصیر (ارشاد القلوب)

ترجمہ جو شخص اپنے ہمسایہ کو ستائیگا اُس پر بہشت حرام ہے

حقوق والدین۔ بر الوالدین واجب ولو کانا مشرکین الا فی معصیۃ الخالق (عیون الاخبار)

ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے۔ اگرچہ ماں باپ مشرک ہوں مگر اُنکے ساتھ نیکی کرنا واجب ہے۔ البتہ جس امر میں خداوند عالم کی نارضامندی ہو اُسمیں ماں باپ کی خوشنودی نہیں چاہیے

روی عن السلمی قال اتیت النبی صلعم استشیرہ فی الجھاد فقال الک والدۃ قلت نعم قال فاذھب فاکرمھا فان الجنۃ تحت رجلیھا (جامع الاخبار)

راوی کہتا ہے کہ میں ایکدن حضرت رسالت مآب کے پاس گیا کہ میں جہاد میں شریک ہوں حضرت ممدوح نے مجھسے پوچھا تیری ماں زندہ ہے یا نہیں، میں نے کہا زندہ ہے فرمایا واپس جا

اور اپنی ماں کی تعظیم و تکریم کے ساتھ اطاعت کر۔ اور یقین کر کہ بہشت تیری ماں کے دونوں پاؤں کے نیچے ہے

عن ابی جعفر ع قال ادنی العقوق اُفٍ۔ والدین کے ستانے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اُن کی کسی بات پر اُف کہو۔ ولو علم اللہ شیئاً اھون من افٍ لنھی عنہ۔ اگر خدا کے نزدیک کوئی بات لفظ اُف سے کم مرتبہ ہوتی خدا اُسکو بھی منع کرتا۔

حب المساکین قال النبی ص القربۃ الی اللہ تعالےٰ حب المساکین والدنو منھم (جامع الاخبار) محتاجوں کا دوست رکھنا اور اُنکے پاس رہنا (یا اُنکے حال کا نگراں رہنا) تقرب الٰہی کا سبب ہے۔

اس حدیث میں تقرب سے قربۃ مکانیہ سمجھنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ تقرب الٰہی سے مراد علو مرتبہ ہی کنایۃ فافہم

من اطعم جائعاً اطعمہ اللہ من ثمار الجنۃ (المحاسن)

جو کسی بھوکے کو کھانا کھلا کر سیر کریگا۔ خداوند عالم اُسکو بہشت کی نعمتوں سے سیر فرمائیگا

عن ابن عمار عن ابی عبد اللہ ع قال من سقی الماء فی موضع یوجد فیہ الماء کان کمن عتق رقبۃ ومن سقی فی موضع لا یوجد فیہ الماء کان کمن احیی نفسا ومن احیاھا کانما احیی الناس جمیعاً۔ (جواھر الاخبار)

ایسے مقام پر کسی پیاسے کو پانی سے سیراب کرنا جہاں پانی دستیاب ہوتا ہو بلحاظ ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے۔ اور ایسے مقام پر سیراب کرنا جہاں پانی نہ ملے بنظر ثواب جان بچانے کے برابر ہے جس نے ایک انسان کی جان بچائی۔ گویا اُس نے تمام آدمیوں کو جلا لیا۔

حیوانات کے ساتھ حسن سلوک قال علیہ السلام فی الدواب لا تضربوھا الوجوہ ولا تلعنوھا فان اللہ تعالیٰ لعن لاعنھا۔ (بحار الانوار)

چارپایہ جانوروں کے منہ پر نہ مارو نہ اُنکے واسطے لعنت کرو کیونکہ خداوند عالم نے جانوروں کے لعنت کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے

عن ابی عبد اللہ ع قال کان رجل ناسک یعبد اللہ فی بنی اسرائیل۔ ایک شخص قوم بنی اسرائیل کا دنیا سے علیحدہ ہو کر عبادت الٰہی میں مشغول تھا فبینما ھو یصلی اذ رأی غلامین

صبیّتین قد اخذا دیکا وھما ینتفان ریشہ ایک روز یہ شخص اسی طرح عبادت کر رہا تھا کہ دونو عم لڑکے آئے اور ایک خروس خانگی کو گرفتار کرکے اُسکے پر و بال کندہ کرنے شروع کئے فاقبل علی ما فیہ من العبادہ ولم ینھھما عن ذالک۔ اس شخص نے یہ دیکھا مگر کوئی پروا نکی اُسی طرح اپنی عبادت میں مشغول رہا فاوحی اللّٰہ تعالیٰ الی الارض ان یسیخی لعبدی۔ اس حرکت بے رحمانہ سے دریائے عدل الٰہی جوش میں آیا اور زمین کو حکم ہوا کہ اس میرے بندے بے رحم پر سختی کر۔ فساحت بہ الارض۔ چنانچہ حسب الحکم زمین نے سختی شروع کی فھو یھوی فی الدردوان چنانچہ وہ شخص گرفتار عذاب الٰہی ہے۔ آخوند مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں مگر دردُون کا لفظ کسی لغت میں مجھے نہیں ملا ظاہرا دردُون کسی طبقہ جہنم کا نام معلوم ہوتا ہے پھر لکھتے ہیں و یدل علی عدم جواز الاضرار بالحیوانات و وجوب نھی الصبیان عن مثلہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جانوروں کو نقصان پہنچانا جائز نہیں اور اطفال کو ان ظالمانہ افعال سے روکنا واجب ہے

عن النوفلی عن السکونی عن ابی عبد اللّٰہ ع قال نھی رسول اللّٰہ ص عن الکشوف (الکافی)
رسول اللہ نے ممانعت فرمائی ہے کہ مادہ شتر کو اُسوقت قتل نہ کرو جب اُسکا بچہ کم عمر ہو۔

عن علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ ع قال سالتہ عن قتل النملۃ قال لا تقتلھا الا ان توذیک
بوجہ موذی ضعیف کا قتل کرنا بھی جائز نہیں ہے

نھی رسول اللّٰہ ص ان یحرق شئی من الحیوان و نھی عن قتل النحل (من لا یحضرہ الفقیہ)
رسول اللہ نے ممانعت فرمائی ہے کہ کسی حیوان زندہ کا کوئی عضو نہ جلاؤ اور مگس شہد کے قتل کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

عن جمیل بن انس قال قال رسول اللّٰہ ص اکرموا البقر فانھا سیدۃ البھائم (العلل)
رسول اللہ نے فرمایا کہ گائے کی عزت کرو کیونکہ وہ جانوران چارپایہ کی سردار ہے

عن جعفر عن اٰبائہ علیہم السلام قال مر رسول اللّٰہ ص علیٰ قوم نصبوا دجاجۃ حیّۃ وھم یرمونھا بالنبل فقال من ھؤلاء لعنھم اللّٰہ (نوادر الراوندی)

ائمہ اہلبیت عٔ نے فرمایا کہ ایک روز رسولؐ خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ چند اطفال بے رحم نے ایک مادۂ خروس کو کسی چیز سے باندھکر تیروں کا نشانہ بنایا اور نشانہ وار تیر لگانا شروع کیے حضرت ممدوح کو بہت ناگوار ہوا۔ فرمایا یہ کون ہیں جو خدا انکو اپنی رحمت سے دُور فرمائے

عن النبیؐ قال من قتل عصفوراً عبثاً جاء یوم القیامۃ ولہ حول العرش صُراخ یقول ربّ سل ھذا فیما قتلنی من غیر منفعۃ (الشہاب)

جو شخص بے وجہ کنجشک خانگی کو قتل کریگا وہ خداوند عالم سے فریاد کریگی کہ خداوندا میرے قاتل سے پوچھ کہ اُس نے کیوں بے وجہ میری جان لی۔

عن النبی لا تتبعوا الصید و انتم علی غرّۃ (المحاسن)

بے وجہ شکار کے عقب میں دوا دوش نہ کرو

قال رسول اللہ ص ینبغی للجلساء فی الصیف ان یکون بین کل اثنین مقدار عظم الذراع لئلا یشق بعضہم علی بعض (الکافی)

جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ موسم تابستان میں چاہیئے کہ دو شخص ایک ہاتھ کے فاصلے سے بیٹھیں تاکہ ان دو میں سے کسی کو تکلیف نہو

قال النبیؐ من عرف فضل کبیر لسنہ فوقرہ امنہ اللہ من فزع یوم القیامۃ (الکافی)

ترجمہ۔ جو شخص اس باعث سے کسی کی تعظیم کرے کہ وہ عمر میں زیادہ ہے خداوند کریم ایسے شخص کو روز قیامت کی ہول سے محفوظ رکھے گا

عن السکونی عن ابی عبد اللہؑ قال قال رسول اللہ من عرض لاخیہ المسلم المتکلم فی حدیثہ فکانما خدش وجہہ۔ (الکافی)

خلاصہ ترجمہ۔ جو شخص برادر مسلم کا کلام قطع کرے گویا اسنے انکے چہرے کو مجروح کیا

عن السکونی عن ابی عبد اللہؑ قال التسلیم تطوع والرد فریضۃ۔

ترجمہ۔ ابتداء بسلام مستحب ہے اور جواب سلام واجب ہے

عن ابی عبد اللہؑ قال اذا احببت رجلاً فاخبرہ بذلک فانہ اثبت للمودۃ بینکما ۔ (الکافی)

ترجمہ جس شخص سے جسکو محبت ہے اُسکو چاہئیے کہ اُسکو خبر کردے ۔ اس سے محبت زیادہ مستحکم ہوتی ہے۔

قال رسول اللہؐ اربعۃ یفسدن القلب و ینبتن النفاق فی القلب کما ینبت الماء الشجر منہا طلب الصید (الخصال)

ترجمہ ۔ چار فعل ایسے ہیں جو نفس کو خراب کرتے ہیں ۔ منجملہ اُن چار کے شکار کی تلاش ہے۔

مرّ عیسی ابن مریم علی شاطی البحر فرمی بقرص من قوتہ فی الماء ایک روز حضرت ابن مریمؑ کسی دریا کے کنارے تشریف لیگئے اور ایک گردہ نان اپنے کھانیکا دریا میں ڈالدیا ۔

فقال لہ بعض الحواریین لما فعلت ھذا یا روح اللہ و انما ھو شیئ من قوتک

وو ایک حواری (تلامذہ) جو اُسوقت موجود تھے اُنھوں نے اس فعل کا سبب دریافت کیا

قال فعلت ھذا لدابۃ من دواب الماء و ثوابہ عند اللہ عظیم (الوسائل)

فرمایا یہ میں نے اسواسطے کیا ہے کہ جانوران دریائی اس سے فیضیاب ہوں اور اس عمل خیر کا خدا کے نزدیک ثواب عظیم ہے

عیال واری	یا علیؑ خدمۃ العیال کفارۃ الکبائر (جامع الاخبار)

ترجمہ ۔ اے علی ایاد رکھو عیال کی خدمت بڑے بڑے گناہوں کا کفارہ ہے

عیال الرجال اُسراؤہٗ ۔ واحب العباد الی اللہ احسنہم صنعۃ الی اسرائہ (المکارم)

ترجمہ ۔ آدمی کے عیال اُسکے قیدی ہیں ۔ جو اپنے قیدیوں کے ساتھ سب سے زیادہ نیک برتاؤ کریگا وہ سب سے زیادہ خدا کے نزدیک محبوب ہوگا

عن الصادق اتقوا اللہ فی الضعیفین ۔ یعنی الیتیم و النساء

ترجمہ یتیم اور عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرتے رہو یعنی اُنکے ساتھ ہرگز بے رحمی کر کے ظلم روا نہ رکھو

عن ابی عبد اللہؑ الامرأۃ الصالحۃ خیر من الف رجل غیر صالح (جواہر الاخبار)

ترجمہ - زن نیک سیرت ہزار مردانِ بد طینت سے بہتر ہے

قال امیر المؤمنین ع لابنه محمد ابن الحنفیة ان المرأة ریحانة ولیست بقهرمانة - فدارها علی کل حالٍ واحسن الصحبة لها - فتصفو اعیشك

عورت کو مثل گلِ شگفتہ سمجھنا چاہیئے - ہر حال میں اُسکے ساتھ مدارات لازم ہے (اگر اس نصیحت پر عمل کروگے) زندگی لطف کے ساتھ بسر ہوگی

بیع العبید بردہ فروشی

عن النبی ص قال اتانی جبرئیل ع وقال یا محمد ص شرار امتك الذین یبیعون الناس (الخصال)

ترجمہ - ہمارے پیغمبر برحق نے فرمایا کہ ایکدن جبرئیل امین میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا اے محمد تمہاری امت میں بدترین اُمت وہ لوگ ہیں جو آدمیوں کی تجارت کرتے ہیں یعنی بردہ فروشی

حقوق الولد اولاد کا حق

قال النبی ص رحم الله من اعان ولده علی البر - فرمایا پیغمبر خدا نے خداوندکریم رحم فرمائے اُن لوگوں پر جواپنے فرزندگی امور خیر میں اعانت کرتے ہیں - قال الراوی قلت کیف الاعانة علی البر - راوی کہتا ہے مینے پوچھا امور خیر میں کس طرح اولاد کی مدد کریں - قال یقبل میسوره ویتجاوز عن معسوره فرمایا فرزند کی تھوڑی خدمتگذاری کو بہت سمجھے - اور جو اُسکے واسطے مشکل ہو اس سے درگذر کرے ولا یرهقه ولا یخون به اور نہ اُسکو نظر تیز سے دیکھے نہ اپنے فرزند کیساتھ خیانت روا رکھے

غالباً اِس حدیث میں البر سے مقصود اطاعت والدین ہو اور مقصود یہ ہے کہ ان نصائح مذکورہ پر عمل نکرنے سے اولاد دل شکستہ ہوکر خدمت والدین سے دستکش ہوجائیگی اور اس خیر سے محروم رہیگی جو اطاعت والدین سے حاصل ہوتی ہے

قال النبی ص الولد الصالح ریحانة من ریاحین الجنة (المکارم)

فرمایا رسول خدا نے کہ فرزند نیک کردار گلہائے بہشت میں سے ایک پھول ہے

الاصلاح بین الناس

قال الصادق ع من اصلح بین اثنین فهو صدیق الله فی الارض وان الله لا یعذب صدیقه (جامع الاخبار) دو دشمنوں میں صلح کرنیوالا دوست خدا ہے اور خداوندکریم اپنے دوست پر

الاخلاق

تہذیب اخلاق کی غرض اصلی یہ ہے کہ انسان کے خیالات اور افعال اختیاری اُس انداز کے ہو جائیں جنکو وجدان صحیح نے ہمیشہ سے قبولیت عامّہ کا شرف دیا ہی۔ حکمائے یونان کہتے ہیں کہ علم الاخلاق کی غایت اصلی یہ ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ خیر (Virtue) کیا چیز ہے۔ حکمائے متاخرین یورپ کہتے ہیں کہ وجدان عادت کا تابع ہوتا ہے۔ اسوجہ سے اخلاق کی خوبی میں وجدان کا فیصلہ درست نہیں۔ لہذا خیر کا ادراک ہمارے اختیار سے خارج ہی میرے خیال میں باوجود متابعت عادت جب تمام عالم کا وجدان کسی خاص امر کی خوبی پر متفق ہو پھر اُسکو خیر نہ سمجھنے کی کوئی علت نہیں معلوم ہوتی

اسمیں شبہ نہیں کہ مذاہب و ادیان عالم نے تہذیب اخلاق پر بہت زور دیا ہے مگر کوئی ایسی دلیل نہیں بتائی جس سے اخلاق کی تکمیل کی علت غائی دریافت ہوتی۔ البتہ ہم لوگوں کے بزرگان دین نے تشبہ باللہ کو معیار کمال قرار دیا ہی جسکا دوسرا نام تہذیب اخلاق ہے اسی معیار کمال سے تہذیب و اکتساب اخلاق کی ضرورت سمجھ میں آتی ہے اور یہ ہی معیار بتاتا ہے کہ اگر حسد مثلاً بُرا خلق ہے کیوں بُرا ہے اور رحم مثلاً صفت حسنہ ہے کیوں صفت حسنہ ہے ایک شبہ اور یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہم صفات الٰہیہ کے ادراک و فہم سے عاجز ہوں اُسوقت یہ معیار کیا کام آئیگا۔ قول فیصل یہ ہے وَضعُ الشَّیٔ فی مَحَلِّہٖ (ہر چیز کو اُس کے موقع پر کام میں لاؤ) پر بقدر طاقت عمل کرنا چاہیئے۔ اور یہ ہی عمل درحقیقت دستور الٰہی ہے اور ہمیشہ رہیگا

تہذیبِ اخلاق عن النبی صلعم تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللّٰہِ تعالےٰ

اخلاق ربّانیہ سے اپنے نفوس کو آراستہ کرو

عن الرضاؑ قال النبیؐ علیکم بحسن الخلق۔ فان حسن الخلق فی الجنۃ

وایاکم سوء الخلق فانّہ فی النار لا محالۃ۔ (الوسائل)

خلاصہ۔ صاحب حسن خلق یقیناً داخل جنت ہوگا اور صاحب سوء خلق کا مقام یقیناً جہنم ہوگا

قال النبیؐ یا علیؑ احسن المؤمنین احسنھم خلقاً۔

ترجمہ۔ یا علیؑ بہترین مومنین وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ با اخلاق ہو

اس حدیث میں اخلاق کی تہذیب تکمیل ایمان کی دلیل ہے۔

الصّدق قال رسول اللّٰہ صلعم اَلصِّدْقُ یَھْدِیْ اِلَی الْبِرِّ وَالْبِرُّ

راست گوئی یَھْدِیْ اِلَی الْجَنَّۃِ (جامع الاخبار)

راست گوئی سے خیر حاصل ہوتی ہے اور خیر کا نتیجہ جنت ہے

سخاوت اَلْجَنَّۃُ دَارُ الْاَسْخِیَاءِ۔ بہشت ارباب سخاوت کا گھر ہے (جامع الاخبار)

اَلسَّخِیُّ الْکَرِیْمُ الَّذِیْ ینفق مَالَہٗ فِیْ حَقٍّ

وہ شخص سخی اور کریم ہے جو امر خیر میں اپنا مال صرف کرتا ہے۔ بیوجہ مال کا برباد

کرنا اسراف ہے سخاوت نہیں ہے

قال النبی صلعم لَا تَرُدُّ السَّائِلَ وَلَوْ بِشِقِّ التَّمْرَۃِ (جامع الاخبار)

تا امکان سائل کا سوال رد نہ کرو اگر اور کچھ نہ ہو ایک پارہ خرمہ دیدو۔

اَلظُّلْمُ عن الباقرؑ ایاکم والظلم فَاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ فِی الْقَبْرِ (جامع الاخبار)

ظلم سے ڈرو کیونکہ ظلم یقیناً تاریکی قبر کا سبب ہوتا ہے قبر سے مقصود عالم برزخ ہے۔

عن علی بن الحسین علیھما السلام یا بُنَیَّ اِیَّاکَ وَظُلْمَ مَنْ لَا یَجِدُ

نَاصِرًا اِلَّا اللّٰہُ (الخصال)

اے فرزند اس شخص پر ظلم کرنے سے ڈرنا جس کا مددگار سوا خدا کے اور کوئی نہ ہو۔

بیساختگی قَالَ رَسُوْلُ صلعم اِنِّیْ لَا اُحِبُّ الْمُتَکَلِّفِیْنَ (المحاسن)

آنحضرت فرماتے ہیں اُن لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو ہر امر میں تصنع کرتے ہیں

العدل قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ عَدْلُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ سِتِّیْنَ سَنَۃً (جامع الاخبار)

گھڑی بھر کا عدل عبادت شصت سالہ سے بہتر ہے۔

الحسد قال النبی اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّہٗ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

حسد سے ڈرو۔ کیونکہ حسد اعمال خیر کو اسطرح برباد کرد یتا ہی جسطرح آتش مشتعل ہیزم خشک کو۔
مطلب یہ کہ نور ایمان جو اعمال حسنہ سے حاصل ہوتا ہے حسد اُسکو برباد کر دیتا ہے یا یوں سمجھنا چاہیئے کہ حسد اور نور ایمان ہرگز ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے

الغضب عَنِ الصَّادِقِ ؑ اَلْغَضَبُ مِفْتَاحُ کُلِّ شَرٍّ (جامع الاخبار)

حاصل معنی غصے کے وقت جب عقل مغلوب ہو جاتی ہے اور نیک و بد کا امتیاز نہیں رہتا اُسوقت ہر بدی کا ارتکاب ممکن ہے

کظم الغیظ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ مَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَّھُوَ قَادِرٌ عَلٰی اِمْضَائِہٖ وَحِلْمٍ مِّنْہُ اَعْطَاہُ اللّٰہُ اَجْرَ شَہِیْدٍ

جو شخص باوجود قدرت غصے کو ضبط کرے اُسکو شہید راہ خدا کا ثواب حاصل ہوگا

توضیح۔ شہادت کے وقت نفس بشری اور حُبِّ دنیا کا کم و بیش تقضایہ ہوتا ہی کہ جان بچاؤ اور تکالیف جراحت سے محفوظ رہو۔ مگر عقل سلیم۔ قوت ایمان اور جبر علی النفس یہ سب اُسوقت کام آتے ہیں اور آدمی اپنے نفس کو بتقاضائے عقل سلیم شہادت پر مجبور کرتا ہے صاحب قدرت و اختیار کو بھی بتقاضائے عقل سلیم حالت غیظ میں اُسی طرح اپنے نفس پر جبر کرنا ہوتا ہے جس طرح طالب شہادت کو۔ چونکہ جبر نفس اور اطاعت عقل میں دونوں کاظم غیظ اور طالب شہادت برابر ہیں عجب نہیں اگر جبر نفس اور اطاعت عقل کا نتیجہ دونوں جگہ برابر رہے

التعصب عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام مَنْ تَعَصَّبَ اَوْ تُعُصِّبَ لَہٗ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَۃَ الْاِیْمَانِ عَنْ عُنُقِہٖ (جامع الاخبار)

جو شخص خود تعصب کرے یا اُسکے اشارے سے یا اُسے خوش کرنے کیواسطے اسوجہ سے کہ وہ
تعصب پسند ہے) کوئی اور شخص اظہار تعصب کرے یقیناً ایسا شخص دائرہ ایمان سے خارج ہے

اپنے عیب کو اچھا سمجھنا یا نہ سمجھنا اور دوسرے کے صفات یا کسی قسم کے کمال کو بُرا سمجھنا اسکا نام تعصب ہے۔ یہ عیب حسد اور کبر سے مرکب ہوتا ہے جو جہالت کا نتیجہ ہے اَعُوذُ بِاللهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا

حق پسندی عن ابی حمزة الثمالی عن علی ابن الحسین عٰ یا بُنَیَّ اِصْبِرْ عَلَی الْحَقِّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا

اے فرزند سخن حق پر صبر کر یعنی سچی بات کا بُرا نہ مان اگرچہ وہ تلخ و ناگوار ہو

حق پسندی تعصب کے خلاف صفت ہے اُسکا حدوث صدق کی علوت اور عجز نفس سے ہوتا ہے

الحیاء قال النبی ص الحیاء من الایمان فمن لا حیاء لہ لا ایمان لہ (ارشاد القلوب)

افعال قبیحہ کے ارتکاب کے وقت شرمانا ایمان کی علامت ہے جو نہ شرمائے ایمان سے بہرہ یاب نہیں ہے

عزِّ نفس قال النبی صلعم یا اباذر ایاک والسؤال فانہ ذل حاضر

اے ابوذر سوال سے احتیاط کرو کیونکہ سوال باعث ذلت ہے۔

عن الصادق عٰ قال شیعتنا من لا یسئل الناس ولو مات جوعاً (علل الشرائع)

ہم اہلبیت کے مقلدین وہ ہیں جو شدت گرسنگی سے مرجائیں مگر کسی سے سوال نہ کریں

عزِّ نفس Self Respect کی تعلیم اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے

دیانت عن ابی حمزة الثمالی قال سمعت علی ابن الحسین علیہما السلام یقول لشیعتہ علیکم باداء الامانة فوالذی بعث محمداً بالحق لو ان قاتل ابی ائتمننی علی السیف الذی قتلہ بہ لادیتہ

امام چہارم فرماتے ہیں کہ ادائے امانت واجب جانو اگر میرے پدر بزرگوار کا قاتل

وہ تلوار میرے پاس امانت رکھتا جس سے اُس نے میرے پدر بزرگوار کو قتل کیا تھا اور پھر مجھ سے طلب کرتا۔ یقیناً میں وہ تلوار اُسکو مسترد کر دیتا

جرأت اخلاقیہ } لَا یَخَافُونَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ۔ اظہار امر حق کیواسطے اُنکو کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہیں ہوتا یعنی اعلان کلمۃ الحق میں بیباک ہیں اسی کا نام جرأت اخلاقی ہے

العفۃ قال رجل لابی جعفرؑ انی رجل ضعیف العمل قلیل الصیام۔
امام محمد باقرؑ سے کسی نے کہا کہ میں ضعیف العمل ہوں روزے بھی کم رکھتا ہوں ولاکن ارجو ان لا اکل الا حلالاً مگر یہ خیال رکھتا ہوں کہ اکل حلال کا پابند رہوں فرمایا وَاَیُّ الْاِجْتِہَادُ افضل من عفۃ البطن والفرج وہ کونسی کوشش ہے جو بطن و فرج کو حرام سے بچانے کی کوشش سے بہتر ہو

العجب اِعْجَابُ الْمَرْءِ عَلٰی نَفْسِہٖ دَلِیْلٌ عَلٰی ضَعْفٍ فِیْ عَقْلِہٖ
اپنی کسی بات پر اترانا دلیل حماقت ہے (نہج البلاغہ)

فی حدیث طویل یاموسٰی لا تطول فی الدنیا املک فیقسوا قلبک وقاسی القلب منی بعید (الکافی) ترجمہ۔ اے موسٰی دنیا میں طول امل سے احتیاط لازم ہے ورنہ سنگدلی پیدا ہوگی اور سنگدل بے رحم میری رحمت سے دُور رہتا ہے

وفاء العہد وعدہ پورا کرنا } قال رسول اللہ صلعم مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فلیف وعدہ جو خدا و یوم آخر کا یقین کرتا ہو اُسکو لازم ہے کہ اپنا وعدہ وفا کرتا رہے

النمیمہ چغلی } قال امیر المومنین شرارکم المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاحبہ الخ تم میں شرارت انگیز وہ لوگ ہیں جو چغلی کھاتے پھرتے ہیں اور احباب و اقارب میں نا اتفاقی پیدا کرتے رہتے ہیں

اخفائے راز قال رسول اللہ صلعم المجالس بالامانۃ
عن ابی عبد اللہ ع قال لیس لاحد ان یحدث بحدیث بکتمہ صاحبہ الا باذنہ الا ان یکون فقیھا او ذکرا لہ بخیر (الکافی) ترجمہ امام جعفر الصادق فرماتے ہیں۔ جو شخص اپنا کوئی امر پوشیدہ کرے اسکے دوست کو بلا اذن اس امر کا اظہار جائز نہیں البتہ مسئلہ علمی کا اظہار یا ذکر خیر بلا اجازت جائز ہے

اَلسُّلُوْکُ اِلَی اللّٰہ

اس عالم حس (Sensual World) کی لذت سے نفس متاثر ہوکر بالطبع لذات فانیہ کیطرف راغب ہوتا ہے۔ اور چونکہ لذت محبوب طبعی ہے الم سے تنفر کا پیدا ہونا امر یقینی ہے۔ اگر جہالت شامل حال ہے۔ حقیقی وغیر حقیقی میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا۔ اُسوقت حکیم حقیقی کا مقرر کیا ہوا قاعدۂ زوال و فنا بہت کام آتا ہے۔ اسطرح کہ جب کوئی مسرت پیدا ہوکر فنا ہو جاتی ہے اُسوقت خود بخود ہر شخص کو الم محسوس ہوتا ہے۔ جو بالطبع ناگوار ہوتا ہے۔ اور اب یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کسی صورت سے لذت ہمیشہ باقی رہے۔ اس تجربہ متواتر سے اُس لذت کے حصول کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ جس کو زوال و فنا نہیں۔ اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے فقط یہ تجربہ انسان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ ورنہ آدمی پھر اسباب لذت دنیا میں حاصل کرکے سعادت روحانی سے محروم ہو جاتا ہے

یہ بھی حکیم علی الاطلاق نے نہایت مفید طریقہ مقرر کیا ہے کہ جب کسی امر کی تمنا پیدا ہوتی ہے خود بخود نفس ناطقہ بذریعۂ عقل اُن اسباب کو دریافت کرتا ہے جن کے حصول پر حصول تمنا موقوف ہوتا ہے۔ اُس وقت نفس ناطقہ بلا تحریکِ خارجی (External Impressment) یا کسی نامعلوم قوت کے اثر سے۔ یا وحی والہام کے وسیلے سے اُن طریقوں کو دریافت کر لیتا ہے جو مقصود تک پہنچاویں مَا کُنَّا نَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ۔ آخر الامر رفتہ رفتہ اُس اصول کے مطابق ہر نفس کا منزل مقصود تک پہنچنا ایک امر یقینی ہے

فی الواقع خداوند عالم کی رحمت وعنایت محدود نہیں ہر ذرۂ کائنات اُس سے مستفید ہوتا رہتا ہے

مختصر یہ کہ وہ طریقۂ عمل جو نفس ناطقہ کو راحت ابدی تک پہنچا دے جسکو شریعت میں ثواب اللہ کہتے ہیں اُس کا اِس عہد میں تعلیم روحانی نام ہے اس تعلیم روحانی کو السلوک إلی اللہ سمجھنا چاہیئے

ہندوستان اور مصر قدیم جسطرح اپنے علوم وتمدن کے لحاظ سے مشہور ہیں اُسی طرح تعلیم روحانی کے بھی مرکز رہے ہیں۔ ایران و بابل۔ چین و یونان کبھی وہ احسان نہیں بھول سکتے جو ہندوستان و مصر نے ان ممالک نامبردہ پر کئے ہیں۔ میرے پاس متعدد کتب ان مذاہب مختلفہ کی موجود ہیں۔ ان میں چند کتابیں سلوک الی اللہ کے مطالب پر مشتمل ہیں۔ اُنکا طریقہ تعلیم اور ہمارے بزرگان دین علیہم السلام کا انداز تلقین اس امر خاص میں لفظ بلفظ ایک ہے

اسلام مصطلح پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام میں روحانی تعلیم موجود نہیں لیکن یہ اعتراض بالکل بادر ہوا ہے سمجھنے اور سمجھانے والے کی ضرورت ہے ورنہ وہ کونسی خوبی ہے جو ہمارے دین متین میں نہیں ہے

تعلیم روحانی کے چھ رکن مجھے اپنے مذہب میں اسوقت تک دریافت ہوئے ہیں جنکا بیان بقدر مناسب اس عنوان میں منظور ہے۔

(۱) تھذیب الاخلاق۔ اسکے متعلق جو کچھ لکھنا تھا وہ عنوان جداگانہ میں لکھ چکا اخلاق حسنہ سے نفس کو آراستہ کرنا سمجھ، شوق اور کثرت عمل پر موقوف ہے۔

(۲) فکر فی الصفات (۳) ملاحظہ واعتبار (۴) مجاھدہ (۵) محاسبہ اور (۶) مُراقبہ

(۲) الفکر فی الصفات۔ خدا کی صفات میں تفکر

قال اللہ تعالیٰ۔ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

عن معمر بن خلاد قال سمعت ابا الحسن الرضاء یقول لیس العبادة

کثرۃ الصّلوٰۃ والصّوم انما العبادۃ التفکر فی امر اللّٰہ۔ کثرت صوم و صلوٰۃ (بلا تفکر) عبادت نہیں ہے بلکہ عبادت وہ فکر ہے جو امر الٰہی میں کیجائے (الکافی)

قال امیر المومنین علیہ السلام التفکر یدعوا الی البر و العمل بہ (الکافی)

ترجمہ۔ فکر کی مشق سے خیر اور عمل خیر کا ملکہ حاصل ہوتا ہے

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ التفکر ساعۃ خیر من قیام لیل (محاسن برقی)

گھڑی بھر کی فکر رات بھر کی عبادت (بے فکر) سے بہتر ہے۔

قال الحسین علیہ السلام یا ابن آدم تفکر وقل این ملوک الدنیا و اربابھا۔ الذین عمروا اخرابھا۔ واحتفروا انھارھا۔ وغرسوا اشجارھا ومدنوا مدائنھا۔ ففارقوھا وھم کارھون۔ وورثوھا قوم آخرون ونحن بھم عما قلیل لاحقون۔ (ارشاد القلوب)

ترجمہ۔ سوچو کہ وہ بادشاہان عالم اور ارباب دنیا کہاں ہیں جنہوں نے بڑے بڑے شہر آباد کئے تھے۔ نہریں کھدوائی تھیں باغ لگاتے تھے۔ انجام کار یہ سب سامان انکو چھوڑنا پڑا۔ حال آنکہ انکا دل چھوڑنے کو نہ چاہتا تھا۔ جسکو وہ اپنا مال سمجھے ہوئے تھے غیر لوگ اُسکے مالک بن گئے۔ ہم سب کا بھی عنقریب یہی انجام ہونے والا ہے

(۳) ملاحظہ و اعتبار۔ ملاحظہ (Observation) سے مقصود یہ ہے کہ جو چیز نظر کے سامنے آئے بتوجہ اُسکو دیکھکر اُس سے ایسا نتیجہ حاصل کرے جس سے وجود الٰہی ثابت ہو اور اُس کی صنعت و حکمت کا حال معلوم ہو۔ یہ بہت کام کا عمل ہے۔ علاوہ ثواب آخرت سے اکثر علوم اسی عمل سے سمجھ میں آئے ہیں۔ اکثر موجدین علوم اسی عمل کے عامل رہے ہیں۔ مگر اس عمل کے وقت دماغ کا خیالات مختلفہ سے فارغ رہنا ضروری ہے

کاین من آیۃ یمرون علیھا وھم عنھا غافلون (القرآن المجید)

ترجمہ۔ وجود خدا کے ثبوت بکثرت منافقین کی نظر سے گزرتے ہیں مگر وہ انکی پرواہ نہیں کرتے

اس آیت میں اُن لوگوں کی مذمت ہے جو اس عمل کے عامل نہیں
حدیث میں ہے کہ راہ چلتے میں جو نظر آتا جائے اُس سے عبرت حاصل کرتے جاؤ
عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال کان عبادۃ ابی علیہ السلام التفکر والاعتبار۔ امام جعفر الصادقؑ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد سب عبادتوں سے زیادہ فکر اور اعتبار کیا کرتے تھے (الخصال)

(۴) مجاھدہ۔ نفس امارہ بالسوء کی متابعت سے اجتناب کرنے کا نام مجاہدہ ہے بے اس عمل کے منزل مقصود تک پہنچنا مشکل ہے۔ مجاہدہ کا مقصود یہ ہے کہ عقل انسانی شہوتِ نفسانی کے تابع نہ ہونے پائے۔ اِس عمل میں قدر تحمل کا بہت ہی زیادہ خیال رکھنا لازم ہے ورنہ درصورت دیگر اگر مجاہدہ حد تحمل مجاہد سے خارج ہو کر شاق ہو گیا اور آئندہ ضبط نفس پر قدرت نہ رہی۔ اُس وقت جس امر سے اجتناب کیا تھا اُسکی طرف میلان اس شدت سے پیدا ہوگا کہ پھر احتیاط نہ ہو سکے گی (Reaction) بنا بر علیہ اعتدال و قدر تحمل کا لحاظ واجب و لازم ہے

عن زرارۃ عن ابی جعفرؑ قال احب الاعمال الی اللہ عزّوجلّ ما دادم علیہ العبد وان قلّ
فرماتے ہیں بہترین اعمال عند اللہ وہ عمل ہے جو علی الاتصال عمل میں آتا ہے اگرچہ کم ہو صوم و حج اور اعتکاف ہیں یہ بھی مجاہدہ ہے جو عمل میں لایا جاتا ہے۔ مگر زمانہ معین تک۔ تا کہ نفس بتدریج ترک لذات کا عادی ہو۔ جب عادت ہو جائے۔ پھر مدۃ العمر مجاہد کو ضبطِ نفس کا اختیار حاصل ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى (النازعات)
ترجمہ۔ جس نے خداوند عالم سے ڈر کر اپنے نفس کو شہوات رذیلہ نفسانیہ سے باز رکھا یقیناً جنت اُسکا مقام ہوگا

قال النبیؐ رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر (جامع الاخبار)
اور اب ہم جہادِ اصغر (آلات حرب کی لڑائی) سے فارغ ہو کر جہادِ اکبر (سوم جہاد نفس اماّرہ بالسوء)
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ قال علی علیہ السلام ان اللہ رکب فی الملائکۃ عقلاً بلا شھوۃ
خداوند عالم نے فرشتوں کو فقط عقل دی ہے خواہش نفسانی سے وہ محفوظ ہیں و رکب فی
البھائم شھوۃ بلا عقل بہائم کو فقط خواہش دیگئی ہے عقل سے کوئی مطلب نہیں البتہ
انسان عقل ملائکہ اور شہوت نفسانی کا مجموعہ ہے فمن غلب شھوتہ عقلہ فھو مومن۔
مگر جس کی عقل شہوت پر غالب آگئی وہ انسان کامل ہے

عن عبد اللہ بن سنان قال سمعت ابا عبد اللہؑ ان العبد یشرب الشربۃ
فید خلہ اللہ عزوجل بہ الجنۃ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر الصادقؑ سے سنا کہ
آدمی پانی پیتا ہے اور اس سبب سے خداوند کریم اُسکو بہشت عطا کرتا ہے (مجھے حیرت ہوئی) میں
نے پوچھا یہ کیونکر ہوسکتا ہے فرمایا۔ ان الرجل یشرب الماء فیقطعہ ثم ینحی الاناء
وھو یشتھیہ۔ ایک آدمی نے پانی پینا شروع کیا۔ ابھی پیاس باقی تھی (دل چاہتا تھا کہ اور
پئے مگر دل پر جبر کیا) کہ ظرف آب ہٹا دیا فیحمد اللہ ثم یعود فیشرب خدا کا شکر کیا اور
پھر پانی پیا۔ ثم ینحیہ فیحمد اللہ ثم یعود فیشرب ابھی سیر نہ ہوا تھا کہ پھر ایسا کیا فیوجب
اللہ عزوجل لہ بذلک الجنۃ۔ اس مجاہدہ کے عوض میں خداوند کریم اسپر بہشت واجب کرتا ہے (المکارم)
ترک لذات بھی مجاہدہ میں شامل ہے۔ زہد بھی درحقیقت مجاہدہ ہے۔

قال النبیؐ لکل شیءٍ معدنٌ ومعدن التقوی قلوب العارفین (ارشاد القلوب)
ہر چیز کا ایک مقام ہے جہاں اُسکا حدوث ہوتا ہے۔ اسی طرح پرہیزگاری کا معدن قلوب عارفین ہیں

قال النبیؐ الزاھد فی الدنیا یریح قلبہ وبدنہ
زاہد فی الدنیا کا نفس اور بدن دونوں آرام رہتے ہیں (کیونکہ ترک تمنا راحت کا سبب اصلی ہے)

قال امیر المومنینؑ الزھد فی الدنیا ثلثۃ احرفٍ۔ لفظ زہد تین حروف تہجی سے مرکب ہے

زائے - وہائے - ودال - زائے منقوطہ - ہائے ہوز اور دال مہملہ ہیں الزاء فترک الزینۃ
زائے منقوطہ اشارہ ہے ترک زینت کیطرف بمصلحت - واما الھاء فترک الھویٰ ہے
اور ہائے ہوز سے مراد ہے ترک ہوا و ہوس نفسانی واما الدالُ فترک الدنیا اور دال
دال ہے ترک دنیا پر - خلاصہ کلام یہ کہ زاہد کو ترک زینت - اتباع ہوا اور ترک دنیا لازم ہے -
عن الصادق علیہ السلام اقرب مایکون العبد الی اللہ تعالیٰ اذا اخف بطنہ (کتاب الغایات)
تقلیل غذا سے تقرب الی اللہ حاصل ہوتا ہے

قال النبی ص لا تمیتوا القلوب بکثرۃ الطعام والشراب (المکارم)
کثرت اکل وشرب سے اپنے نفوس کو قتل نہ کرو

عن ابی حمزۃ الثمالی قال دخلت علی علی ابن الحسین علیہما السلام فدعا بنمرقۃ
فطرحت وقعدت علیہ - ابوحمزہ ثمالی کہتا ہے میں ایک دن حضرت علی ابن الحسینؑ (امام چہارم)
کے پاس گیا - میرے واسطے پہلے عمدہ فرش بچھایا گیا - جس پر میں بہ آرام بیٹھ گیا - ثم اتیت
بمائدۃ لم ار مثلہا قط - پھر میرے واسطے ایک خوان میں طعام زنگارنگ لائے کہ میں نے
ایسا کھانا کبھی نہ دیکھا تھا فقال لی کل - حضرت ممدوح نے فرمایا - کھاؤ - فقلت جعلت فداک
لما لا تاکل میں نے کہا آپ کیوں نہیں تناول فرماتے - فرمایا - انی صائم میں روزہ دار ہوں
فلما کان اللیل اتی بخل وزیت فافطر علیہ جب وقت افطار آیا حضرت ممدوح نے سرکہ اور
روغن زیتون سے روزہ افطار فرمایا ولم یؤت بشئی من الطعام الذی قرب علیّ اور
الوانِ طعام میرے روبرو تھے وہ حضرت ممدوح کے سامنے نہ تھے (المحاسن)

عن ابی عبد اللہ ع عن آبائہ ع قال اتی النبی بخبیص فاجتنب عنہ
فقیل التحرمہ - قال لا - ولاکن اکرہ ان تشتاق الیہ نفسی (المحاسن)
جناب رسولخدا کے واسطے کہیں سے حلوائے شیریں آیا - حضرت نے اسکو تناول نہ فرمایا
لوگوں نے پوچھا کیا آپ نے حلوے کو حرام قرار دیا ہے - فرمایا نہیں بلکہ مجھے یہ مکروہ معلوم ہوتا ہے کہ

اسوقت میں اُسے کھاؤں اور دوبارہ پھر اُسکی طرف میرا نفس مائل ہو

قال النبی صلعم زینوا موائدکم بالبقول فانھا مطردۃ الشیطان مع التسمیۃ

اپنے خوان طعام کو بقول (ساگ) سے زینت دو۔ کیونکہ غذائے نباتی جب بسم اللہ کہکر کھائی جائیگی شیطان کھانے والے سے دور رہیگا۔ نفس کی سرکشی خیالات کو یکسو نہیں ہونے دیتی۔ یہ سرکشی مانع توجہ تام ہے۔ گوشت خوری سے یہ سرکشی زیادہ ہوتی ہے نباتی غذا مانع تمرّد ہے

عن زید بن علی عن ابیہ علیہ السلام فی حدیث طویل فی قولہ تعالیٰ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ قَالَ مِنَ الطَّيِّبَاتِ الثِّمَارُ كُلُّهَا (مجالس ابن الشیخ)

راوی کہتا ہے کہ میں نے پوچھا کہ ورزقناھم من الطّیبات میں جو لفظ طیبات ہے اُس سے کیا مراد ہے۔ فرمایا ہر قسم کے پھل مراد ہیں

عن اسماعیل ابن مھران عن حمّاد بن عثمان عن زید بن الحسن قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول کان امیر المومنین اشبہ الناس طعاماً برسول اللہ صلعم وھو کان یاکل الخبز والخلّ والزّیت ویطعم النّاس الخبز واللحم (محاسن)

امام جعفر الصادق ع فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا طعام روزانہ سب سے زیادہ رسول اللہ کے طعام روزانہ سے مشابہ تھا خود وہ حضرت نان و سرکہ یا نان و روغن زیتون نوش فرماتے تھے مگر مہمانوں کو نان و گوشت کھلواتے تھے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ گوشت جانوران حلال کا مرتبہ اباحت میں ہے مگر جو لوگ حیات روحانی کے مشتاق ہیں اُن کو گوشت خوری سے بقدر ضرورت اجتناب لازم ہے

۱۵ ضبط نفس کیواسطے خاموش رہنے کی مشق کرتے ہیں یہانتک کہ فقط ادائے وجوب کے وقت کلام کرتے ہیں اور ہر مطلب کے واسطے گفتگو ترک کر دیتے ہیں۔ یہ بھی درحقیقت

Control of the mind

ایک نوع کا مجاہدہ ہے۔ جو توجہ تام حاصل کرنے کے واسطے کیا جاتا ہے مگر یہ شرط ہے کہ
اس سکوت کی حالت میں نفس اپنے اشغال باطنی میں مشغول رہے ورنہ سکوت بیکار ہے

قال الصادق لا یستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبہ ولسانہ

جب تک قلب و زبان میں استقامت نہ ہوگی ایمان مستقیم نہ ہوگا۔

قلب کی استقامت ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ زبان کی استقامت یہ ہے کہ زبان گفتگوئے بیہودہ سے پاک رہے۔ اس حدیث میں غالباً ایمان سے کمال نفس مراد ہے جو درحقیقت ایمان ہے۔

عن الرضا ان الصمت باب من ابواب الحکمۃ (ارشاد القلوب)

خاموشی منجملہ ابواب حکمت ہے۔ (کیونکہ خاموشی اگر تفکر کے ساتھ ہو اُسوقت ہزاروں ہزار مسائل حکمت و معرفت منکشف ہوتے ہیں۔ گویا خاموشی معین ہوتی ہے فکر کی)

شب بیداری۔ یہ بھی مجاہدہ کی ایک صورت ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا (القرآن)

رات کی بیداری بشدت نفس کش ہے اور جسقدر رجوع قلب کے ساتھ عبادت شب کو ہوتی ہے اور کسیوقت نہیں ہوتی۔

عن النبی کل عین باکیۃ یوم القیامۃ الا ثلاثۃ اعین (۱) عین بکت من خشیۃ اللہ۔ (۲) وعین غضت من محارم اللہ (۳) وعین باتت ساھرۃ فی سبیل اللہ (جامع الاخبار)

قیامت کے دن فقط تین آنکھیں نہ روئینگی (۱) جو خدا کے خوف سے روئی ہے (۲) جو گناہوں سے محفوظ رہی ہے اور وہ (۳) آنکھ جو بنظر تقرب رات بھر بیدار رہی ہے۔

مجاہدات نفسانیہ میں جسم کو اذیت دینی ایک امر ناگزیر ہے مگر افراط و تفریط سے احتیاط لازم ہے تاکہ تعب حد اعتدال سے گزر کر منجر بترک عمل نہو جائے۔ اعمال مستحبہ میں نماز رسول خدا کی

ترکیب پر بحث کرنے سے میرے مطلب کی توضیح ہوتی ہے۔

اِس نماز میں حکم ہے کہ بعد سورہ فاتحہ پندرہ مرتبہ سورہ قدر پڑھے۔ پھر اسی طرح رکوع میں۔ پھر قیام بعد الرکوع میں۔ پھر سجدوں میں پھر ہر سجدے کے بعد پندرہ پندرہ مرتبہ سورۂ قدر پڑھنا چاہیئے اس نماز کے پڑھنے سے جسقدر بدن کو تکلیف ہوتی ہے اُسکا حال وہ شخص خوب جانتا ہے جس نے یہ نماز پڑھی ہے۔ اس تعب سے شارع علیہ السلام کا مقصود یہ ہے کہ اول تکلیف کے تحمل کی عادت ہو پھر اس تکلیف کی حالت میں نماز گزار اپنے خیالات کو خدا کی جانب منعطف کرے۔ رفتہ رفتہ جسم سے بالکل غافل ہوکر ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو جائے یعنے جسم کی تکلیف اور زبان کی حرکت مانع توجہ نہو۔

اس طرح کی جملہ نمازیں محض اسواسطے مستحب قرار دیگئیں ہیں کہ ہر شخص ایسے تکلیف دہ اعمال پر وجوباً عمل نہیں کر سکتا۔

صلوٰۃ التسبیح جو جعفر طیار کو سکھائی گئی تھی اُسکی ترکیب کا بھی ماحصل یہی ہے۔ جو ابھی لکھ آیا ہوں مگر اسقدر زیادہ حکم ہے کہ بقدر ایک سانس کے یاربّاہ یاربّاہ وغیرہ اسمائے الٰہی کا ورد کرے۔ کیونکہ اسطرح حبس نفس کے باعث سے توجہ زیادہ ہوتی ہے ورنہ پے درپے کا تنفس اکثر مانع توجہ ہوتا ہے۔

(۵) محاسبہ قال امیر المومنین ع حاسبوا قبل ان تحاسبوا (نہج البلاغۃ)
اپنا حساب خود کرو قبل اسکے کہ (بعد مرگ) تمہارا حساب لیا جائے۔

عن ابی الحسن الماضی ع قال لیس منا من لم یحاسب نفسہ فی کل یوم، فان عمل حسنۃ فاستزاد اللہ عج وان عمل سیئۃ استغفر اللہ منھا

ہمارے طریقہ پر وہ شخص نہیں ہے جو ہر روز اپنے اعمال کی جانچ نہ کرے (جو اپنے اعمال کی جانچ کرتا ہے) اگر وہ سمجھتا ہے کہ آج میں نے کوئی عمل خیر کیا ہے خدا سے زیادہ توفیق خیر کا طالب ہوتا ہے۔ ورنہ توبہ کرتا ہے

اس عمل کے نتیجے ہیں۔ اگر یہ عمل باقاعدہ توجہ تام کے ساتھ کیا جائے۔ شر سے نفرت اور خیر کیطرف رغبت بشدت پیدا ہو جاتی ہے

(۶) مراقبہ اصطلاحاً دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک یہ بندہ ہر وقت یہ سمجھتا رہے کہ میں حضور خدا میں حاضر ہوں۔ اور خدا میرے ہر قول و فعل کا نگراں ہے اس عمل سے چند ایسے اعلیٰ نتائج ہوتے ہیں جن کا تذکرہ مناسب نہیں۔ مراقبہ کی دوسری قسم کا تذکرہ بمصالح قلم انداز کیا گیا ہے

قال اللہ تعالیٰ۔ ھُوَ معکم اینما کنتم (القرآن)

تم جہاں ہو خدا تمہارے ساتھ ہے

قال النبی ص اِعبُدُ اللہَ کَاَنَّکَ تَراہُ فَاِن لم تراہ فھُوَ یراک

ترجمہ۔ عبادت اس حضور قلب سے کر گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اسکو نہیں دیکھتا (خیر نہ سہی) مگر وہ تجھے ضرور دیکھ رہا ہے

ان تراکیب مذکورہ پر بقدر الطاقت عمل کرنے سے قوائے ذہنیہ ترقی کرتے ہیں اور وہ وجدانِ صحیح حاصل ہوتا ہے جو اور کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا چنانچہ اس حدیث کا مصداق بھی وہی شخص ہو سکتا ہے جو اس ترکیب مذکورہ کا عامل ہو

قال النبی ص من سرتہ حسنۃ وساءتہ سیئۃ فھو مؤمن ومن لم یندم فلیس بمؤمنٍ (جامع الاخبار)

جو کار خیر سے فی الواقع خوش ہو اور فعل شر سے درحقیقت ناخوش ہو وہ مومن ہے اور جس شخص کو فعل بد پر ندامت نہ ہو وہ مومن نہیں۔ ندامت کے اثر سے بکلی بھی مصفیٰ نفس ہے

قال النبی ص حرمت النار علی عین بکت من خشیۃ اللہ (جامع الاخبار)

خلاصۂ ترجمہ۔ خدا کے خوف سے رونے والا جہنم میں نہ جائیگا

کمال نفس کی دوسری علامت الحب فی اللہِ والبغض فی اللہ ہے

قال النبی ص علامة حب الله حب ذکر الله وعلامة بغض الله بغض ذکر الله

ذکر خدا کی طرف رغبت محبت خدا کی دلیل ہے اور نفرت برہانِ عداوت ہے (جامع الاخبار)

قال النبی ص الحب فی الله فریضة والبغض فی الله فریضة

دوستان خدا سے محبت اور دشمنان خدا (منکرین) سے عداوت فرض ہے

رضا و تسلیم - ایمان کی تیسری علامت ہے - اسکے حصول کی کوشش بھی لازم ہے

عن الکاظم علیه السلام لن تکونوا مؤمنین حتی تعدوا البلاء نعمة والمصیبة راحة - (جامع الاخبار)

جب تک بلا کو نعمت اور تکلیف کو راحت نہ سمجھو گے کمال ایمان ہرگز ممکن نہیں -

جسوقت سالک مسالک معرفت ایک عرصے کے بعد کمال نفس پر کامیاب ہوتا ہے اور خیالات میں بلندی و یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اسوقت قوائے روحانیہ ترقی پذیر ہوتے ہیں اور نور ایمان حاصل ہوتا ہے - یہ نور ایمان درحقیقت تکمیل نفس کا نتیجہ ہے جسکا حصول بلا اسباب مذکورہ ناممکن سمجھنا چاہیئے روشن ضمیری بھی اس نور ایمان کا ایک جلوہ ہے - اس روشن ضمیری کی ایک خاص صورت کو اصطلاح مذہب میں فراست کہتے ہیں - چنانچہ

قال النبی صلی الله علیه واله اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله عزوجل (ارشاد القلوب)

مرد کامل النفس کی فراست (ادراک حال باطن بغیر بلا قرائن ظاہری) سے ڈرو کیونکہ وہ ان جسمانی آنکھوں سے (جن سے غلطی کا وقوع ممکن ہے) تمہارا حال نہیں دیکھتا - بلکہ وہ ایسی قوت (فراست) سے تمہارا حال دریافت کرتا ہے جو اسکو خداوند عالم نے عنایت فرمائی ہے

قوت خیال کی قوت جو صفائی نفس کے بعد اور زیادہ ہو جاتی ہے ہر نفس میں کم و بیش موجود ہے - اس کو قوت ارادی بھی کہتے ہیں - جو مشق سے قوی ہو سکتی ہے - اس کو اس عہد

کے علم النفس (سیکالوجی) کی اصطلاح میں (Will Power) کہتے ہیں۔ ہمارا مذہب بھی اس قوت سے واقف ہے۔ چنانچہ۔

عن عمرو بن حریث قال قال ابو عبد اللہ ع الطیرۃ علیٰ ما تجعلھا فرماتے ہیں شگون سعد و نحس کا اثر خود تیرے خیال کا اثر ہے۔ اِن ھونتھا تھونت اگر شگون کی بہت کم حقیقت سمجھے گا بہت کم اثر ہوگا وان شددتھا تشددت اور اگر شگون کا زیادہ خیال کریگا زیادہ اثر ہوگا وان لم تجعلھا شیئاً لم تکن شیئاً اور کوئی حقیقت ہی نہ سمجھیگا کچھ اثر نہ ہوگا۔

عن السکونی عن ابی عبد اللہ ع قال قال رسول اللہ صلعم نیۃ المؤمن خیر من عملہ ونیۃ الکافر شر من عملہ وکل عامل یعمل علی نیتہٖ۔ فرمایا رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے کہ مومن کا قصد اُسکے عمل سے بہتر ہے اور کافر کا قصد اُسکے عمل سے بدتر ہے اور ہر عمل کرنیوالا اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔

توضیح۔ ہر فعل کے پہلے اُسکا خیال پیدا ہوتا ہے۔ پھر خیال کے بعد قصد و عزم حاصل ہوتے ہیں۔ اگر خیال عمدہ ہوگا قصد اُسکا اثر دوسروں تک پہنچائیگا اور بہت سے نفوس اس اثر سے متاثر ہوکر اس خیال نیک پر عمل کرنے کے واسطے آمادہ ہوجائیں گے اور درصورت خرابی خیال بہت سے نفوس بدعملی پر مستعد ہونگے۔ اس لحاظ سے خیالات کی اصلاح بہت ہی ضرور ہے۔ لفظ مومن سے اِس حدیث میں مومن اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ انسان کامل النفس مقصود ہے جو صاحب خیالات حسنہ ہو اور کافر سے مراد وہ شخص ہے جو منکر خدا ہو۔ یا مشرک حقیقی اور چونکہ انکار خدا مستلزم بدافعالی ہے اسوجہ سے کافر کے خیالات کا خراب ہونا ایک امر یقینی ہے۔

بناءً علی ذالک نیت کو عمل سے بہتر فرمایا کیونکہ عمل کا اثر ایک شخص واحد تک محدود رہتا ہے اور ایک شخص واحد ہی اپنے عمل سے مستفیض ہوتا ہے۔ اسی قاعدے کے مطابق کافر کے خیالات

بہ نسبت اُسکے عمل کے زیادہ ضرر رساں ہوتے ہیں۔

اس حدیث سے خیالات کی اصلاح بہت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ تاکہ خیالات ناقصہ ہم نشینوں کے نفوس کو خراب نہ کریں ورنہ بداعمالی کا رواج زیادہ ہو جائیگا۔ خیالات کو حسد تعصب کبر و نخوت وغیرہ نجاسات سے پاک ہونا چاہیئے۔ ہمدردی بنی نوع کے ساتھ۔ صاف باطنی وغیرہ صفات حسنہ سے متصف ہونے کا حکم شارع علیہ السلام نے اسی مصلحت مذکورۂ بالا کے خیال سے دیا ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا التَّخَلُّقَ بِاَخْلَاقٍ حَسَنَۃٍ

قیل لعلی علیہ السلام کیف تقتل الابطال قال لانی کنت القی الرجل فاقدر انی اقتلہ ویقدر ھو انی قتلتہ فاکون انا ونفسہ عونا علیہ

کسی شخص نے حضرت علی مرتضٰے سے پوچھا کہ آپ شجاعان عرب کو اس آسانی کے ساتھ کس طرح قتل کرتے ہیں۔ فرمایا جب میرا کسی پہلوان کا مقابلہ ہوتا ہے۔ میں یقین کر لیتا ہوں کہ میں اُسکو ضرور قتل کرونگا اور وہ یقین کرتا ہے (شہرت کے سبب سے) کہ علی مجھے ضرور مار ڈالیں گے میرا نفس اور اُسکا نفس باہمدیگر اُسکے قتل پر معین ہوتے ہیں۔

اسی مضمون کی دوسری حدیث نہج البلاغہ مطبوع مصر کے صفحہ ۲۲۱ میں موجود ہے فرماتے ہیں مالقیت رجلا الا اعاننی علی نفسہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان المومن لیسکن الی المومن کما یسکن الظمآن الی الماء البارد (الکافی)

مومن کو مومن کے پاس اسطرح سکون قلب حاصل ہوتا ہے جس طرح پیاسے کو آب سرد سے حاصل ہو۔

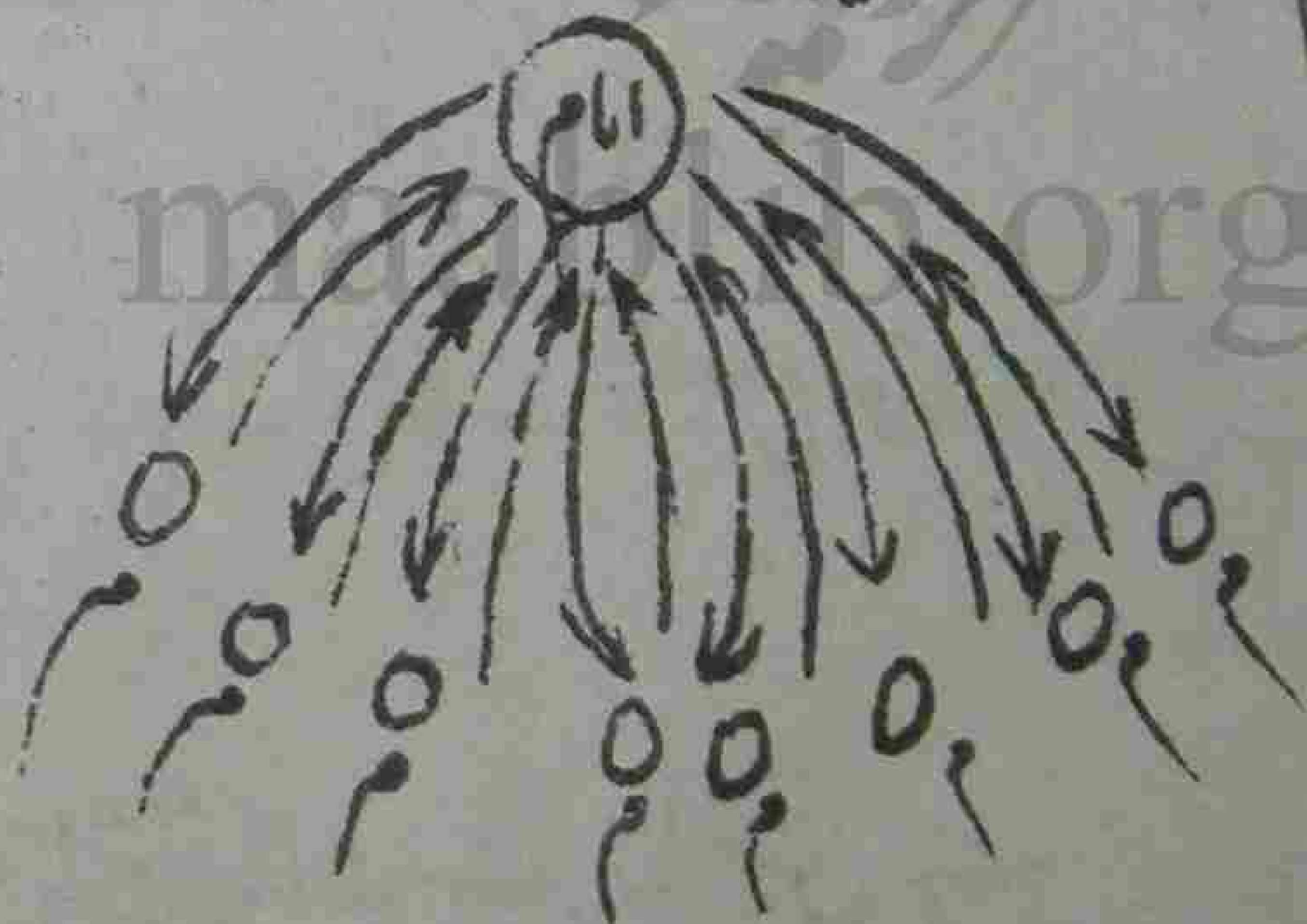
یہ کیفیت بھی انتقال و تاثیر خیالات سے پیدا ہوتی ہے۔

مختصر یہ کہ خیال کا اثر اس عالم خیال میں ایسا ایک امر مسلم ہے جس سے انکار محال ہے۔ ہماری شریعت نے اس قوت خیال کو دفع امراض اور تصفیہ نفوس میں موثر سمجھکر بہت کچھ اس

کام لئے ہیں۔ نماز جماعت کی ترکیب وقواعد پر حکیمانہ نظر کرنے سے میرے مطلب کی توضیح ہوسکتی ہے۔ جس کی طرف آجتک کسی کی نظر نہیں گئی

نماز جماعت میں امام جماعت کا عادل ہونا شرط ہے۔ کیونکہ قوت ارادی اُسوقت مرتبہ تکمیل کو پہنچتی ہے جب نفس فی الواقع کدوراتِ مادیہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک وصاف ہو دوسری شرط یہ ہے کہ امام جماعت صاحب وقار وتمکین ہوتاکہ ماموین بہ سہولت متاثر ہوں اضطراب وغیرہ حرکات رکیکہ سے اثر خیال میں کمی ہوجاتی ہے۔ اسی مصلحت سے بازار میں امام جماعت کا کھانا کھانا مکروہ سمجھا گیا ہے

امام جماعت ماموین سے مقدم ایستادہ ہوتا ہے اور ماموین عقب میں۔ تاکہ جملہ ماموین کے خیالات کا اجتماع امام کیطرف ہو اور یہ سمجھکر کہ یہ لوگ میرے ساتھ میرے عقب میں نماز پڑھ رہے ہیں امام اپنا تعلق جملہ حاضرین جماعت کے ساتھ پیدا کرتا ہے۔ امام کو قرأت کا حکم ہے اور ماموین کو بغور خاموشی کے ساتھ سننے کا۔ اس خاموشی سے خیالات کی یکسوئی ہوتی ہے اور امام وماموم دونوں ایک دوسرے کے خیالات سے متاثر ہوجاتے ہیں۔ اگر نفس امام جماعت کامل تر ہے بے شبہ جملہ ماموین جلد یا بتدریج بقدر استعداد امام کے ہم خیال ہوکر کم وبیش صفائے نفس حاصل کرتے ہیں۔ اور اگر ماموین قوی النفس ہیں وہ امام کو اپنا ہم خیال بنا لیتے ہیں



اس نقشے میں حرف الف امام ہے اور حرف میم سے مراد ماموین ہیں۔ جن تیرونکا پیکان حرف میم کیطرف ہے وہ اُس اثر کو ظاہر کرتے ہیں جو امام سے ماموم تک آتا ہے اور جن تیرونکا پیکان لفظ امام کیطرف

ہے اُن سے اُس اثر کا اظہار مقصود ہے جو ماموم سے امام کی طرف جاتا ہے۔ جملہ شرائط امام جماعت کا نتیجہ یہ ہے کہ قوت خیال قوی ہو اور نماز جماعت کا اثر صحیح حاصل ہو

عادل فقہائے زمانہ کی اصطلاح میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو گناہان کبیرہ سے محفوظ رہے اور گناہان صغیرہ کا مصر نہو۔ گناہان کبیرہ وہ افعال مذمومہ ہیں جنکی ممانعت قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً شراب خواری اور قمار بازی وغیرہ پھر کیا وجہ کہ کبر و حسد و ریا وغیرہ اخلاق رذیلہ بھی گناہان کبیرہ نہیں سمجھے جاتے باوجودیکہ اُن کی مذمت اور مذمت کے ساتھ عذاب کا وعدہ قرآن و حدیث میں صراحۃً موجود ہے اور امام جماعۃ کو ان اخلاق رذیلہ سے فی الواقع اُسی طرح بری ہونا چاہیئے جس طرح وہ گناہان متعارف سے بری ہوتا ہے بلکہ اخلاق کی اصلاح عدل کے حصول کیواسطے بہت ضروری ہے کیونکہ اکثر بلکہ عموماً اخلاق رذیلہ گناہان متعارف کا سبب ہوتے ہیں کثرت حرص سے قمار بازی۔ رشوت ستانی۔ رباخوری بلکہ قتل تک کا ارتکاب ہوسکتا ہے جسطرح معاصی ابتدا میں خوف خدا سے ترک کیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح اخلاق رذیلہ کا ترک بھی ابتدا میں خوف خدا سے کرنا چاہیئے۔ یہانتک کہ نفس کو عادت ہوجائے کیونکہ جب تک نفس کو اخلاق حسنہ کی عادت نہ ہوگی فی الواقع تصفیۂ نفس حاصل نہ ہوگا

مصافحہ بھی اسیوجہ سے مستحب ہے کہ ایک کا اثر دوسرے تک ہاتھوں کے ذریعے سے پہنچے۔ زیارت ائمہ علیہم السلام سے بھی تصفیۂ نفس بدرجہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ بشرطیکہ حضور قلب اور یکسوئی نفس کے ہمراہ زیارت پڑھی جائے۔ طبیعت کو خیالات مختلفہ سے خالی کرنا اس تصور قوی کے ساتھ کہ ہم فلاں امام معصوم یا نبی کی طرف متوجہ ہوکر اُنکو سلام کرتے ہیں اور مافی الضمیر ظاہر کر رہے ہیں۔ کافی و وافی ہے

ابرار و صلحا جو فی الواقع ابرار و صلحا ہوں اُن کی صحبت بھی مصفی نفس ہے یہاں بھی خیال ہی کی قوت کام کرتی ہے

نماز جنازہ کے واسطے بھی امام کا کامل النفس ہونا چاہیئے۔ اجتماع مومنین معین ہوتا

ہے اور نفس امام و ماموین جو ادعیہ ماثورہ کے پڑھنے کے باعث سے اور اُنکے مطالب پر غور کرنے کے سبب سے اُسوقت خیالات دنیاویہ سے علیٰحدہ ہو جاتا ہے صاحب جنازہ کے نفس کو بہت کچھ دنیا کی طرف سے علیٰحدہ کر دیتا ہے۔ یہ بھی خیال کا اثر ہے۔ اس مصلحت نے نماز جنازہ کو واجب قرار دیا ہے۔ بشرطیکہ میت کی عمر پانچ برس سے زائد ہو۔

دفن کے بعد قبر پر ہاتھ رکھنا اس قوت سے کہ اُنگلیاں مٹی میں در آئیں قوت ارادی کو قوی کرتا ہے اور بشدت ہر نفس کو متوجہ کرتا ہے صاحب قبر کی طرف اور پھر سب حاضرین کا بالاتفاق خدا سے مدد طلب کرنی اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْهِ بے شبہ روح کو دنیا کے خیالات سے علیٰحدہ کرنے کیواسطے بہت عمدہ عمل ہے۔

مٹی دینے کے وقت حکم ہے کہ پشت دست سے مٹی قبر میں ڈالیں یہ اس مصلحت سے کہ اپنے سے کسیکو علیٰحدہ کرنے کے واسطے پشت دست سے اشارہ کرتے ہیں اسی طرح قبر میں مٹی ڈالنے کے وقت پشت دست سے مٹی دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم میّت کے نفس کو اپنی طرف سے ہٹا رہے ہیں۔ اس عمل سے نفس صاحب قبر بہت جلد دوسرے عالم کیطرف متوجہ ہوتا ہے اور فشار قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ بشرطیکہ واقف حال اس قصد مذکور سے مٹی دے۔ ورنہ ادائے حکم شرع کے علاوہ اور کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوگا۔

دفع امراض کے واسطے دعاؤں کا بعقیدہ صاف پڑھنا اس یقین کے ساتھ کہ دعا ضرور اثر کریگی۔ ضرور موثر ہوتا ہے۔ کیونکہ یقین فی الحقیقت ایک خیال قوی ہے جسکا اثر یقینی ہے۔ مقام ماؤف پر ہاتھ رکھکر دعا کا پڑھنا اسلئے بعض اوقات ضرور ہوتا ہے کہ قوت ارادی ہاتھ کے ذریعے سے مادۂ مرض کو مقام ماؤف سے دفع کر دے اگر کوئی شخص ان رازو اسرار سے واقف ہو کر دعا پڑھے۔ یقیناً ناواقفوں کے مقابل میں بہت زیادہ کامیاب ہو۔

حب اہل بیت النبی علیہم السلام۔ محبت میں انداز خاص کی کشش ہوتی ہے جو محب کو محبوب سے

قریب کرتی رہتی ہے - یہاں اس تقرب سے مراد تقرّب باطنی ہے - جب محبت فی الواقع محبت ہوتی ہے محب اپنے جملہ صفات کو محبوب کے صفات سے مشابہ کرنے کی کوشش کرتا ہے - بیشتر ہر قول و فعل محبوب کا خوشنما معلوم ہوتا ہے - یہ تاثیر محبت کا پہلا درجہ ہے -

محبت کے دوسرے درجے میں محب بہزار تمنا یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے محبوب سے مشابہ ہو جاؤں - جب صاحب محبت ان دونوں درجوں میں کامیاب ہو جاتا ہے اسوقت یہ تمنا ہوتی ہے کہ مجھے محبوب کے ساتھ اتحاد واقعی حاصل ہو - یہ آخری درجہ ہے -

ان درجات سہ گانہ میں محبوب کا اثر محب تک پہنچانے والے ذریعے کا نام قوتِ خیال ہے - اگر محبوب بد باطن خبیث النفس اور مفسد و فتنہ پرداز ہوگا بے شبہ محب بھی اپنے محبوب کے اثر سے متاثر ہو کر بدباطن اور مفسد ہو جائیگا - ورنہ صفائے نفس اور بلندی خیالات کا حاصل ہونا ایک امر یقینی ہے - اس مصلحت سے مذہب نے حبّ اہلبیت کو واجب قرار دیا اور اُن لوگوں سے بالطبع تنفر کرنیکا حکم ہوا جنکے افعال و اقوال اہلبیت کے خلاف پائے گئے -

بزرگانِ دین کا مقصود اصلی حبّ اہلبیت سے یہ ہے کہ اصلی اور واقعی محبت ہو جو محبت غرض نفسانی سے پیدا ہوتی ہو یا عادت سے حاصل ہوتی ہے - وہ عند العقل مؤثر نہیں ہو سکتی مثلاً زید نے ابتدائے عمر سے اپنے والدین یا بزرگان خاندان سے کسی شخص کا ذکر خیر سنا اور سن بے تمیزی کے باعث سے خود تحقیق حال سے قاصر رہا مگر کثرت سماعت سے اُس شخص کے ساتھ محبت ہو گئی جسکا تذکرہ برابر سنتا رہتا تھا - یہ محبت چنداں مؤثر نہیں ہوگی - برخلاف اسکے جو محبت محبوب کے خصائل میں غور و فکر سے حاصل ہوتی ہے وہ البتہ اصلی محبت ہے -

قبول اثر کے واسطے محب کو لازم و واجب ہے کہ اپنے نفس کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرے اور گناہان کبیرہ سے احتیاط رکھے - تاکہ نفس زنگ کدورت سے پاک و صاف ہو کر اس قابل ہو جائے کہ بے زحمت اثر اعلیٰ قبول کر سکے ورنہ فقط محبت کام نہ آئے گی -

الابتلاء والامتحان

عن علیؑ انه عاد سلمان الفارسی - ایکدن حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام سلمان فارسی علیہ الرحمہ کی عیادت کیواسطے تشریف لیگئے - فقال لہ یا سلمان ما من احد یصیبه وجع الا بذنب قد سبق منه وذلك الوجع تطهیر له - اور فرمایا اے سلمان کسیکو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی مگر اُسکے گناہانِ گزشتہ کے سبب سے - اور یہ درد اور تکلیف گناہ گذشتہ سے نفس کو پاک و صاف کرتا ہے (جواہر الاخبار)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ لا یزال الغم والھم بالمومن حتی لا یدع له ذنبا (ارشاد القلوب)
خلاصہ ترجمہ - جبتک انسان کامل کے جملہ گناہ معاف نہیں ہوتے اُسوقت تک وہ برابر رنج وغم میں مبتلا رکھا جاتا ہے

قال النبی صلعم ان البلاء للظالم ادبا - بلا ظالم کیواسطے موودب ہے تاکہ ظالم اپنی غلطی پر متنبہ ہوکر اُس سے باز آئے وللمومنین امتحانا اور مومنین باللہ کے لیئے بلا (تکلیف مصیبت) مطہر نفس ہے وللانبیاء درجة وللاولیاء کرامة اور انبیاء و اولیاء کے واسطے ترقی درجات اور مزید کرامت کا باعث ہے - کیونکہ یہ حضرات جملہ عیوب و ذنوب سے پاک و صاف ہوتے ہیں

والذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیه راجعون ۝ اولئك علیھم صلوٰت من ربھم ورحمة واولئك ھم المفلحون ۝ (القرآن المجید)

ترجمہ - اور وہ لوگ جو کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اُسوقت کہتے ہیں اِنا للہ وانا الیہ راجعون - خدا ہمارا مالک ہے اور ہم اُسی کی طرف رجوع کر رہے ہیں - انہیں لوگوں پر (جو ایسا سمجھتے ہیں) خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے - اور وہی بنظر آخرت صاحب فلاح ہیں

خلاصہ مطلب - نزول بلا و مصیبت کے وقت اہل معرفت سمجھتے ہیں کہ یہ بلا محض ہماری تطہیر Purification کے واسطے ہم پر مسلط کیگئی ہے تاکہ دنیا سے پاک و صاف

ہوکر جائیں۔ اس خیال سے وہ اطمینان کامل کے ساتھ کہتے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون
اور نہایت صبر و رضا کے ساتھ ہر بلا کا مقابلہ کرتے ہیں۔ یہ وہ نفوس کاملہ ہیں جنکو جذبہ
الہیہ انکے کدورات مادیہ سے پاک و صاف کرتا ہے۔ یہ ہی لوگ باآرام و عافیت آخرت
میں بسر کرتے ہیں

امتحان سے یہ مراد لینا کہ نعوذ باللہ خداوند عالم اپنے اطمینان کے واسطے یا ملائکہ آسمانی
کے اعتراضوں سے محفوظ رہنے کے لیئے یا اور بندگان جاہل کے قائل کرنے کیواسطے کسی
کو مبتلائے آفات کرتا ہے اور کسیکو نہیں کرتا محض غلطی ہے

عُلُومُ الائمۃ

(۱) جب کسی قوم وملت کی جہالت درجۂ اعتدال سے تجاوز کرجاتی ہے کوئی شخص صاحبِ حکمت منجانب اللہ ہدایت کے واسطے معین ہوتا ہی جو افرادِ قوم کو زدہ زدہ پھر شاہراہ کمال کیطرف متوجہ کرتا ہی اس شخص کو مسلمین نبی۔ زرتشتی وخشور اور زبان سنسکرت میں رِشی کہتے ہیں۔

(۲) اسی قاعدہ کلیہ اور دستور عام کے مطابق کارساز حقیقی نے جب اہل عرب کی بداطواری حد سے تجاوز کرگئی۔ محمد مصطفےٰ صلوٰۃ اللہ علیہ کو اصلاح خیالات کا ذریعہ قرار دیا۔ اُس برگزیدۂ درگاہ الٰہی نے مذہب و شریعت کی اصلاح سے علاوہ علوم متداولہ کے وہ مسائل جو عرب کیا یونان وروم کے بھی وہم وقیاس سے خارج تھے تعلیم فرمائے۔ جب حضرت علیؑ نے انتقال فرمایا مظہر اتم الٰہی جناب علی مرتضےٰ اور حضرت علی مرتضےٰ کے بعد ائمہ اہلبیتؑ وہ رموز ونکات علمی جنکا وجود اُس زمانے میں کیا اُسکے بعد بھی صدہا سال تک خلائق کے وہم وخیال میں بھی نتھا بشرح وبسط اسطرح بیان کئے گویا اپنی آنکھ سے دیکھ چکے ہیں۔

(۳) دانشورانِ یورپ نے تواریخ متداولہ سے کام لیا اور مذہب اثنا عشری کی کتابیں اُن کی نظر سے نہیں گذریں ورنہ حکمائے یونان کی طرح ائمہ اہلبیتؑ بھی مروج علوم قرار پاتے مگر امر حق یہ ہے کہ یہ قصور خود اہل عرب کا سمجھنا چاہیئے جو باوجودیکہ ہم وطن وہمزبان تھے باز ہم اُن گزیدگانِ عالم کی قدر شناسی سے قاصر رہے باایں ہمہ یہ عذر بھی درست ہے کہ جو رموز واسرارِ قدرت زمانۂ دراز کے بعد آج حکمائے فرنگ نے ذرائع مختلفہ سے دریافت کئے ہیں اُنکو قدمائے عرب یقیناً ائمہ اہلبیتؑ سے سنکر محض افسانہ سمجھتے ہونگے اور افسانے کی قدر دانی معلوم۔ بہرحال کواکب کے متعلق جو اس عہد میں معلوم ہوا ہے وہ بہت پہلے ہمارے بزرگانِ دین علیہم السلام نے کمال بعلتی سے دریافت کرلیا تھا کوئی قدر کرے یا نکرے ع اَلذَّنْبُ لِلطَّرْفِ لَا لِلنَّجْمِ فِی الصِّغَرِ[۱]

---

(۱) کواکب سماوی جو باینہمہ کلانی وبزرگی آنکھوں میں بہت حقیر نظر آتے ہیں۔ یہ درحقیقت نظر کی خطا ہے ستاروں کا کوئی قصور نہیں ۱۲

(۴) زیادہ تر لطف کی یہ بات ہے کہ وہ جملہ مطالب علمی جو اس تمہید کے بعد معرض بیان میں آئینگے محققین یونان و روم کے قیاس و تحقیق کے بالکل خلاف ہیں ورنہ یہ سمجھا جاتا کہ یونان ان تمام مسائل کا ماخذ بنایا گیا ہے۔

(۵) اس تمہید مختصر کے بعد بطور مشتے نمونہ از خروارے چند مضامین علمی حوالۂ قلم کرتا ہوں۔ افزائش اعتبار کے لحاظ سے ائمہ اہلبیتؑ کا کلام بحوالہ کتاب نقل کرتا جاؤنگا۔ اور ترجمہ و توضیح مطالب سے جو کچھ سمجھانا مقصود ہے۔ بقدر امکان سمجھاؤنگا۔

الھیئۃ[۵۱] عن ابی عبد اللّٰہ علیہ السلام ان من وراء عین شمسکم ھذہ اربعین شمساً فیھا خلق کثیر وان من وراء قمرکم اربعین قمراً فیھا خلق کثیر لا یدرون ان اللہ خلق آدم ام لم یخلقہ (البصائر[۵۲])

ترجمہ۔ امام ششم فرماتے ہیں کہ اس آفتاب کے علاوہ جو تمہارے روبرو ہے چالیس آفتاب اور ہیں ہر آفتاب مخلوق الٰہی سے معمور و آباد ہے۔ اسی طرح تمہارے چاند کے علاوہ چالیس چاند اور ہیں۔ ان کے باشندوں کو یہ نہیں معلوم کہ ہمارے اس کرۂ ارض پر آدم کا وجود ہے یا نہیں دوربین نے اس عہد کے علماء ہیئت کو آنکھ سے دکھا دیا کہ جملہ کواکب کروی الشکل ہیں اور جابجا آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نوبت بجائے رسید کہ اس انکشاف نے اہل یورپ کو ساکنان کرۂ مریخ کے ساتھ گفتگو کرنیکا مشتاق بنا دیا۔ اب انصاف شرط ہے اس حدیث قدیم کی اس تحقیق جدید کے ساتھ مطابقت حیرت انگیز و نتیجہ خیز ہے یا نہیں۔

سئل امیر المومنین علیہ السلام عن قول اللہ عزّ وجل رب المشرقین ورب المغربین فقال مشرق الشتاء علیحدۃ ومشرق السیف علیحدۃ اما تعرف ذلک من قرب الشمس وبعدھا (الاحتجاج)

ترجمہ کسی شخص نے امام اول علیہ السلام سے پوچھا کہ رب المشرقین ورب المغربین جو مصحف الٰہی کی آیت ہے۔ اسکا مطلب کیا ہوا۔ دو مشرق کیسے اور دو مغرب کہاں ہیں۔ فرمایا زمانہ سرما میں

---

[۵۱] الھیئۃ [۵۲] البصائر۔ مذہب شیعہ کی بہت معتبر کتاب ہے۔

آفتاب کا مطلع اور رہوتا ہی اور موسم گرما میں اور۔ آفتاب کو کبھی زمین کے قریب کبھی فاصلے پر دیکھکر بھی یہ مطلب تیری سمجھ میں نہیں آتا

توضیح۔ زمین تقریباً ۳۶۵ دن میں آفتاب کے گرد حرکت کرتی ہی۔ تغیر فصلی اسی حرکت کا نتیجہ ہے۔ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین کے دونوں حصے جنوبی و شمالی۔ سال میں ایک مرتبہ آفتاب سے قریب ہو جاتے ہیں اور ایکمرتبہ دور۔ بنا بریں علیہ طلوع و غروب آفتاب کے بھی دو مقام مختلف ہونگے۔ موسم زمستان میں مطلع آفتاب اور رہوگا اور تابستان میں اور۔ اور جب طلوع کے مقام میں اختلاف ہے غروب کا مقام بھی علٰحدہ ہوگا۔ چونکہ یہ انتظام منجانب اللہ ہی اس لحاظ سے پروردگار عالم کو رب المشرقین و رب المغربین کہنا لازم آیا

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام فی جواب سعد الیمنی مسیرۃ الشمس تقطع اثنی عشر بروجاً و اثنی عشر براً و بحراً و اثنی عشر عالماً (الخصال)

ترجمہ۔ سعد یمنی کے جواب میں امام ششم فرماتے ہیں کہ اے سعد آفتاب زمانہ حرکت میں بارہ برج طے کرتا ہی اور بارہ صحرا اور بارہ دریا اور بارہ عالموں کو طے کرتا ہوا اپنے مقام اول پر آجاتا ہے۔

توضیح۔ اس حدیث میں بارہ عالموں سے مراد بارہ سیارے ہیں جو زمانہ حال کی تحقیق کے مطابق نظام شمسی میں داخل ہیں۔ مصر کے علمائے ہیئت نے نظام شمسی میں فقط سات سیارے دریافت کئے تھے۔ اہل مصر کی تقلید سے بطلیموس نے بھی سبعہ سیارہ پر نظام شمسی کا خاتمہ کیا تھا۔ قمر بھی قدما کے نزدیک سبعہ سیارہ میں داخل تھا۔ ہمارے عہد میں حکمائے یورپ نے زمین کو سیارہ تسلیم کیا ہے اور زمین کے علاوہ اور چند سیارے دریافت ہوئے ہیں جو نظام شمسی میں داخل ہیں منجملہ اُنکے ایک کا نام یورانس ہے دوسرے کو نپچوں کہتے ہیں۔ جہانتک مجھے اسوقت یاد ہے غالباً حکمائے عہد نے ہنوز نظام شمسی کے سیاروں کی تعداد بارہ تک نہیں پہنچائی ہی۔ اگر یہ خیال میرا صحیح ہے غالباً چند سال میں جو سیارے باقی رہگئے ہیں وہ بھی حد تحقیق میں آجائینگے

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ ہر سیارے میں بڑے بڑے دریا اور جنگل موجود ہیں۔ شہر کے

شہر آباد ہیں جو بالکل زمانہ حال کی تحقیق ہی وہ بھی دوربین کے ایجاد کے بعد دریافت ہوا ہی خیال کرنا چاہئے زمانہ سابق میں دوربین کے نام سے بھی کوئی واقف نہ تھا فقط کمالات روحانی ان ملاحظات کا ذریعہ تھا

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام سالہ زندیق عن الشمس این تغیب فقال اذا انحدرت اسفل القبة دار بها الفلک الی بطن السماء صاعدة ابدا الی ان تنحط الی موضع مطلعها کتاب الاحتجاج

ترجمہ - ایک منکر خدا نے امام ششم سے دریافت کیا کہ آفتاب ہمارے افق سے غائب ہو کر کہاں جاتا ہی؟ فرمایا جب آفتاب ہمارے افق سے علیحدہ ہوتا ہی قبہ زمین کے نیچے پہنچتا ہی وہاں ساکن نہیں ہوتا بلکہ برابر حرکت کرتا ہوا بلند ہوتا جاتا ہے تا حدیکہ پھر اُسی مقام پر آجاتا ہی جہاں سے حرکت شروع ہوئی تھی

توضیح - اس حدیث سے چند باتیں پایہ یقین کو پہنچتی ہیں ایک یہ کہ زمین ایک کرہ معلق ہی کیونکہ قبہ زبان عربی میں شئی مدور کو کہتے ہیں دوسری یہ بات ہی کہ زمین کا ہر حصہ بتدریج آفتاب کے مقابل ہو کر حدوث لیل و نہار کا سبب ہوتا ہی - مثلاً جب آفتاب اس حصہ زمین کے مقابل ہوگا جسکو دنیاے قدیم کہتے ہیں اسطرف دن اور دوسری طرف لامحالہ رات ہوگی اور جب آفتاب کے مقابل دوسرا حصہ آئیگا ادہر تاریکی شب اور ادھر صبح کے آثار ظاہر ہونگے - تیسری بات یہ ہی کہ اس حدیث سے وجود امریکا بھی بصراحت ثابت ہوتا ہی کیونکہ جس خیال نے علامہ کولمبس کو وجود امریکا کا یقین دلوایا تھا وہ یہی خیال تھا کہ زمین ایک کرہ معلق ہی

جو لوگ کہ باطن مذہب سے آگاہ نہیں وہ بے تکلف کہہ سکتے ہیں کہ زمین کی کرویت اس حدیث میں بالکل خلاف قرآن ہی کیونکہ قرآن مجید میں صراحتہً زمین کو مسطح مانا ہی مثلاً وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا - یا مثلاً اَلَّذِیْ جَعَلَ الْاَرْضَ فِرَاشًا ظاہر ہے کہ لفظ دحو اور فراش سے جو بچھانے کے معنوں پر ہے زمین کا مسطح ہونا ثابت ہوتا ہی مگر میری رائے ناقص میں لفظ دحو اور فراش مجازاً استعمال ہوئے ہیں وجہ مجاز یہ ہے کہ زمین کو جسطرف دیکھیں - حد نظر تک مسطح نظر آتی ہی اسکا سبب یہ ہی کہ کرے کے اجزاء صغار عموماً خطوط مستقیمہ ہوتے ہیں جسقدر کوئی کرہ بڑا ہوگا اُسکے خطوط مستقیمہ بالنسبت بڑے ہونگے یہی وجہ ہی کہ زمین حد معین تک مسطح نظر آتی ہی اور اسی لحاظ سے لفظ دحو و فراش مجازاً آئے ہیں علاوہ بر ایں آیت مذکورہ میں دحو الارض سے زمین لغوی مراد ہی جو ایک تودہ خاک سے زیادہ نہیں

اور اس حدیث میں زمین سے مراد کرۂ زمین ہے جسمیں آب و خاک دونوں شامل ہیں۔

نوٹ: اس موضوع پر بکثرت احادیث صحیحہ موجود ہیں مگر میں بخیال اختصار انہیں چند روایات مذکورہ پر اکتفا کرتا ہوں

علم الحیوانات [۵۱] خدا جانتا ہے حیرت ہوتی ہے کہ ائمہ اہلبیت علیہم السلام کس اوج دماغ کے بزرگ تھے محققین انگلستان نے جو راز و اسرار آلات علمیہ سے بہزار جد و جہد دریافت کئے وہ ان حضرات پر بہت پیشتر سے منکشف ہو چکے تھے۔ بطور نمونہ دو ایک مقامات سے اقتباس کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو جائے کہ ملاحظہ [۵۲] اشیاء قدرت کا رواج بھی قدیمی ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی خلق البعوض ما من الفیل شئی الا وفیہ مثلہ و فضل علی الفیل بجناحین (الکافی [۵۳])

ترجمہ۔ بعوضہ بفتح اول و ضمہ عین مہملہ و فتح ضاد معجمہ زبان تازی میں مچھر کو کہتے ہیں فرماتے ہیں جو اعضا فیل قوی ہیکر کے جسم میں ہیں بعینہ وہی اعضا ایک پشہ ضعیف الخلقت کے بدن میں موجود ہیں بلکہ دو پر زیادہ ہیں جو ہاتھی کو نہیں دیئے گئے۔

اس بیان کا لطف اُن لوگوں کے دل جانتے ہیں جنہوں نے میکرا سکوپ میں مچھر کو دیکھا ہے غور کرنی چاہیئے کہ آج سے ہزار سال سے بھی دو تین سو برس زیادہ ہوئے اُسوقت میکرا سکوپ کا نام بھی نہ تھا۔ پھر یہ حقائق کیونکر دریافت ہوئے۔

یَا مَنْ شَقَّ صُمَّ جَلَامِیْدِ الصُّخُوْرِ الرَّاسِیَاتِ وَ اَنْبَعَ مِنْهَا مَاءً مَعِیْنًا حَیٰوۃً لِّلْمَخْلُوْقَاتِ فَاَحْیٰی مِنْهَا الْحَیَوَانَ وَ النَّبَاتَ وَ عَلِمَ مَا اخْتَلَجَ فِیْ سِرِّ اَفْکَارِهِمْ مِنْ نُطْقِ اِشَارَاتِ خَفِیَّاتِ لُغَاتِ النَّمْلِ السَّارِحَاتِ (دعائے [۵۴] سہم اللیل)

ترجمہ۔ اے پروردگار تو ایسا ہے کہ تو نے سخت پہاڑوں کو شگافتہ کیا اور اُن شگافوں سے آب خوشگوار کے چشمے جاری کئے جو نبات و حیوان کی زندگی کا سبب ہوئے اے پروردگار عالم

---

۵۱ علم الحیوانات Zoology ۵۲ ملاحظۂ اشیائے قدرت Observation
۵۳ الکافی ایک عربی مذہبی کتاب کا نام ہے ۵۴ دعاء Prayer دعائے سہم اللیل ایک دعا ہے جو اوقات مختلفہ میں روائے حاجت کے واسطے پڑھتے ہیں۔

تو اسیلب ہے کہ جملہ حیوانات کی فکر سے آگاہ ہی اور چیونٹیوں میں جو اشاروں سے گفتگو کرنے کا طریقہ مقرر ہے اُس سے بھی تو آگاہ ہے۔

اس عبارت کو ہمارے موضوع سے فقط اسقدر تعلق ہی کہ علوم یورپ کا یہ مسئلہ کہ حیوانات کے دماغ تصور و خیالات پیدا کرتے رہتے ہیں اور چیونٹیاں ہر مطلب اشاروں سے ادا کرتی ہیں کوئی نئی بات نہیں بلکہ ائمہ اہلبیت ان اسرار سے بہت زیادہ واقف تھے۔

الطب اِس عنوان میں فقط وہ مضامین لکھے جائینگے جنکو حکمائے یورپ نے پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے۔ علاج بالماء[1] اور طریقۂ علاج اشیائے قدرتی سے[2] جسکو اس زمانے کا ایجاد سمجھتے ہیں۔ ہرگز اس عہد کا ایجاد نہیں۔ بلکہ ہمارے بزرگانِ دین ان سب طریقوں سے واقف بھی تھے اور اُن پر عامل بھی تھے

عن امیر المومنین علیہ السلام لیس من داءٍ الّا وھو من داخل الجوف الا الجراحۃ والحمّی فانھما یردان ورودا (طب الائمہ[3])

ترجمہ۔ ہر مرض جسم کے اندر سے پیدا ہوتا ہی مگر زخم اور تپ کہ یہ خارج سے جسم میں آتے ہیں۔

توضیح۔ ملیریا کا زہر جو اجسام نباتی کے متعفن ہو جانے سے پیدا ہو جاتا ہی یا اجسام صغار[4] جو اجزاء حیوانیہ کے خراب ہو جانے سے پیدا ہو جاتے ہیں یا غم و غصہ۔ حرارت آفتاب وغیرہ اسباب خارجیہ ہیں جو علی الاکثر حدوث تپ کا سبب ہوتے ہیں۔

جراحت تفرقِ اتصال کو کہتے ہیں خواہ نیزہ و شمشیر وغیرہ آلات حرب کے ذریعہ سے ہوا ہو خواہ اور کسی طرح۔ مگر یہاں فقط وہی تفرق اتصال مقصود نہیں ہے جو آلات حرب کے ذریعے سے ہوا ہو بلکہ وہ زخم بھی مراد ہیں جو اجسام صغار کے داخل بدن میں اثر کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے طاعون و سل وغیرہ کا حدوث بعینہ اس زمانے کی تحقیق کے مطابق اس حدیث میں بیان ہوا ہے

---

[1] علاج بالماء natural treatment [2] علاج اشیائے قدرتی سے Hydrotherapy

[3] طب الائمہ عربی میں ایک بڑی معتمد علیہ کتاب ہے۔ اس کتاب میں جملہ اقوال اہلبیت علیہم السلام بشرح و بسط بیان کئے ہیں۔ اسی کتاب سے عربی اقوال کا اقتباس کیا ہے

[4] اجسام صغار microbes

عن النبی صلی اللہ علیہ والہ اصل کل داءٍ البرودۃ (طب النبی[51])

ترجمہ - ہر مرض کا سبب اصلی برودت[52] ہے

توضیح - جب حرارت غریزی[53] مقدار طبعی سے کم ہو جائیگی مرض یقیناً پیدا ہوگا - یہ اس عہد کا ایک امر مسلم ہے

اس زمانے میں یہ امر حد تحقیق کو پہنچگیا ہے کہ طاعون سل ہیضہ جدری[54] وغیرہ امراض مہلکہ جراثیم[55] کے باعث سے پیدا ہوتے ہیں - جو عموماً اوقات باردہ میں ترقی کرتے ہیں یہ حدوث امراض کا دوسرا سبب ہے جو ہمارے عہد کے حکمائے انصاف پسند نے دریافت کیا ہے اسکے علاوہ یہ امر لائق غور ہے کہ حضرت ممدوح نے جملہ امراض کا سبب برودت کو کیوں قرار دیا جو بادی النظر میں خلاف قیاس ہے - مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ جملہ امراض یا باعتبار کیفیت و اسباب حصول بارد ہونگے یا حار[56] - اگر بارد ہیں بلا عذر ہر شخص اسکا سبب برودت کو قرار دیگا البتہ امراض حارہ میں پورا تامل ہوگا لیکن یہ خوب سمجھنا چاہیئے کہ جس حرارت کے غلبہ سے امراض حارہ پیدا ہوتے ہیں وہ حرارت غریبہ یعنی غیر طبیعی ہے اور حرارت غیر طبیعی کا اسقدر استیلا کہ باعث حدوث مرض ہو اسیوقت ہوتا ہے جب حرارت غریزی جو حرارت طبعی ہے تمام جسم میں یا بعض اجزا جسم میں مقدار اصلی سے کم ہو جائے کیونکہ یہ حرارت اصلی منجانب اللہ محافظ بدن ہے - جسوقت حرارت غریزی مقدار اصلی سے کم ہوگی بقدر کمی اول برودت کا غلبہ ہوگا اسکے بعد حرارت غریبی غالب آکر مرض پیدا کردیگی اب کوئی شبہ نہ رہا کہ جملہ امراض کا سبب اصلی برودت ہے

عن النبی صلی اللہ علیہ والہ لبشر والمحرورین بطول العمر (طب النبی)

ترجمہ - پیغمبر اسلام فرماتے ہیں کہ محرورین کو طول عمر کی بشارت دو - محرور گرم مزاج حرارت مزاج سے اس حدیث میں وہ حرارت مقصود ہے جو طبعی ہو - جبکو طب عصر و

---

[51] طب النبی ایک عربی کتاب کا نام ہے جسمیں پیغمبر اسلام کے جملہ اقوال متعلق طب موجود ہیں [52] ٹھنڈک [53] حرارت غریزی یعنی اصلی گرمی [54] جدری چیچک [55] جراثیم [56] حار گرم

یونان کی اصطلاح میں حرارت غریزی اور علم البرق میں قوت برقیہ[۵۱] سے تعبیر کرتے ہیں

عن امیر المومنین علیہ السلام قال صبوا علی المحموم الماء البارد فانہ یطفئ الحمی (جواہر الاخبار[۵۲])

ترجمہ حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام امام اول فرماتے ہیں کہ جس شخص کو تپ ہو اس پر آب سرد چھڑکو اس عمل سے بخار دفع ہو جائیگا

توضیح - گو بظاہر یہ طریقۂ علاج اکثر عقلوں کے نزدیک بے سروپا ہوگا لیکن ایک عجب حکمت اس علاج کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس عمل سے پانی جسم محموم[۵۳] کی حرارت کے اثر سے بھاپ بنکر اڑ جاتا ہے اور جلد کے عروق کشادہ ہو کر بکثرت عرق[۵۴] جاری ہوتا ہے اور تپ کم ہو جاتی ہے یا اتر جاتی ہے

عن ابی جعفر[۵۵] علیہ السلام انہ اذا کان حم بل ثوبین یطرح علیہ احدھما فاذا جف طرح علیہ الآخر (طب الائمہ)

ترجمہ - امام پنجمین کا قاعدہ تھا کہ جب تپ میں مبتلا ہوتے تھے دو چادریں آب سرد میں تر کرکے اپنے پاس رکھتے تھے ایک اوڑھتے تھے جب وہ خشک ہو جاتی تھی اسوقت دوسری چادر اوڑھتے تھے

تفصیل - ڈاکٹر پرسنز نے ۱۸۲۰ء سے ۱۸۴۱ء تک اکیس برس کامل علاج بالماء کا تجربہ کیا اور بہت خطرہ انگیز امراض میں اس طریقۂ علاج کو مفید پایا - اس حکیم کو ایک چشمہ آب سرد کا منہ کوہ میں ملگیا تھا وہاں اکیس سال کے زمانے میں برابر تجربے کرتا رہا - اس فن کی انگریزی کتابوں میں یہ مضمون میری نظر سے گذرا ہے کہ پارچۂ تر حالت تپ میں بدن پر لپیٹنے سے بہت تیز بخار میں خفت ہو جاتی ہے - اور تھوڑے عرصے میں تپ بالکل اتر جاتی ہے آب سرد کے استعمال سے جلد بدن کی باریک شریانیں وسیع ہو جاتی ہیں اور بذریعہ تبخیر تپ دفع ہو جاتی ہے

عن ابیعبد اللہ علیہ السلام یقول ما وجد نا للحمی مثل الماء البارد والدعاء (طب الائمہ)

---

[۵۱] قوت برقیہ ایلکٹری سٹی [۵۲] جواہر الاخبار کتاب کا نام ہے [۵۳] محموم صاحب تپ [۵۴] عرق پسینہ

[۵۵] ابو جعفر علیہ السلام شیعوں کے بارہ اماموں میں سے پانچویں امام

ترجمہ۔ امام ششم فرماتے ہیں۔ میں نے آب سرد اور دعا سے بہتر تپ کا علاج نہیں پایا۔
توضیح۔ آب سرد کے متعلق حدیث سابق الذکر میں جو لکھنا تھا لکھ چکا۔ یہاں فقط یہ بتانا منظور ہے کہ دعا سے کیا مقصود ہے۔ دعا سے غالباً بلکہ علی الاغلب قوتِ خیال مراد ہے جسکو بمصالح دعا کے ساتھ مجازاً تعبیر کیا ہے ورنہ تپ کی کیا تخصیص۔ دعا کا اثر ہر مرض کے واسطے ہو سکتا ہے۔ زمانۂ سابق میں خیال کے اثر سے سلب امراض کا طریقہ جاری تھا اکثر فقرائے ہندو مشرب ابتک اس طریقے کے جاننے والے مغاراتِ کوہ میں موجود ہونگے۔ مسمریزم کے عامل بھی اسی خیال کی قوت سے امراض کا علاج کرتے ہیں۔ البتہ دعا کے وقت اگر مریض و معالج دونوں راسخ الاعتقادی کے ساتھ علاج کریں یقیناً نفع کثیر حاصل ہو خواہ یہ دونوں اصل راز سے واقف ہوں یا نہوں کم وبیش اثر ضرور ہوگا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام یقول ما اختار جدّنا صلی اللہ علیہ و آلہ للحمّی الّا وزن عشرۃ دراھم من سکّر بماءٍ باردٍ علی الرّیق۔ (طب الائمۃ)

ترجمہ۔ ابو عبد اللہ[۵۱] علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد حضرت محمد مصطفٰے صلوٰۃ اللہ علیہ ہمیشہ تپ کی حالت میں دس درہم[۵۲] شکر آب سرد کے ہمراہ ہر چیز کے پہلے علی الصباح نوش فرماتے تھے۔
توضیح۔ حکمائے یورپ و امریکا نے متواتر تجربوں سے دریافت کیا ہے کہ خلائے معدہ میں آب سرد معدہ کو صاف کرتا ہوا امعا[۵۳] تک جاتا ہے۔ امعا کو صاف کر کے اُن کی حرکت قوی کرتا ہے ایک حصہ پانی کا خون میں جذب ہوتا ہے اور تمام خون کی کثافت کو اپنے ہمراہ لیتا ہوا گردوں سے مثانے میں آکر پیشاب بنکر دفع ہو جاتا ہے۔ کچھ حصہ پانی کا ظاہر جلد کی طرف آتا ہے اور پسینہ بنکر نکلجاتا ہے۔ اس عمل سے جگر۔ گردے۔ اور مسامات بہت اچھی طرح صاف ہو جاتے ہیں شکر کا اضافہ قوت ادرار کو زیادہ کرتا ہے اور نتیجہ جلد اور تکمیل کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ الشفاء فی ثلاثۃ اشیاء شربۃ عسل و شرطۃ

---
۵۱ ابو عبد اللہ امام ششم کی کنیت ہے ۵۲ درہم غالباً ۳ ماشہ کا ہوتا ہے ۵۳ امعا آنتیں۔

مجحمٍ وکیۃٍ بالنار، وانھی امتی عن الکی" (اعلام الحدیث)

ترجمہ۔ ہمارے پیغمبر فرماتے ہیں کہ (عرب میں) علاج کا طریقہ تین چیزوں میں محدود ہے۔ مریض کو شہد پلاتے ہیں یا پچھنے لگاتے ہیں یا مقام ماؤف کو آگ سے داغ دیتے ہیں مگر میں اپنے تابعین کو منع کرتا ہوں کہ وہ داغنے کا طریقہ استعمال نہ کریں۔

تائید۔ علمائے طب جدید نے بھی جنکو اصطلاح میں ڈاکٹر کہتے ہیں داغ دینے کا طریقہ بیکار سمجھکر چھوڑ دیا۔

قال رسول اللہِ صلی اللہ علیہ والہ راس الحمیۃ الرفق بالبدن (فقہ الرضا[1])

ترجمہ۔ ہر پرہیز و علاج سے بہتر یہ ہے کہ حالت مرض میں بدن کو آرام دیں۔

تائید۔ حرکت کے وقت طبیعت مختلف افعال کی طرف توجہ کرتی ہے۔ مگر سکون کے وقت ہمہ تن دفع مرض کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور بہت جلد صحت حاصل ہوتی ہے۔ علمائے طب جدید سب سے اول آرام سے رہنے کی مریض کو ہدایت کرتے ہیں۔

عن ابی الحسن الاولؑ قال ثلاثۃ یجلین البصر (۱) النظر الی الخضرۃ (۲) والنظر الی الماء الجاری (۳) والنظر الی الحسن۔ (الخصال)

ترجمہ۔ تین چیزوں کی طرف دیکھنا باصرہ کو ترقی دیتا ہے۔ رنگ سبز۔ آب رواں اور خوبصورتی۔

توضیح۔ علاج بلا دوا کی کتابیں جو زبان انگریزی موجود ہیں انہیں غالباً اس قدرتی طریقے سے بہتر اور کوئی طریقہ قوت بصارت کی ترقی کا نہوگا۔ رنگ سبز۔ آب جاری اور حسن جس چیز کا ہو بالطبع محبوب ہے۔ ان اشیائے مذکورہ کے نظارے سے نفس کو عجب لذت حاصل ہوتی ہے اور طبیعت جو نفس کی تابع ہے۔ بشدت آلات بصارت کی طرف متوجہ ہوتی ہے۔ اس توجہ طبع سے خون صالح بمقدار کثیر آنکھ کی جانب جاتا ہے اور بینائی کو قوی کرتا ہے بشرطیکہ چند روز تک متواتر عمل کیا جائے۔

قال رسول اللہ صلعم ان افضل ما تداویتم بہ الحقنۃ وھی تعظم البطن وتنقی

---

[1] فقہ الرضا عربی کی ایک مذہبی کتاب کا نام ہے۔ [2] طبیعت نیچر ۱۳ حقہ

الجوف ویقوی البدن

ترجمہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ فرماتے ہیں کہ تمہارے طریقہ علاج میں سب سے بہتر من حیث النتیجہ حقنہ[۵۱] ہے۔ حقنہ امعاء میں وسعت پیدا کرتا ہے اور درد شکم کو صاف و رفع کرتا ہے اور جسم قوی ہوتا ہے (الخصال)

تائید۔ ڈاکٹر پرسینز کی رائے ہے کہ حقنے کے ذریعے سے جسم کے اندر پانی پہنچانا نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔ قبض دائمی بواسیر اور مثانے کی تکالیف آب سرد کے حقنے سے رفع ہو جاتی ہے۔ بعض ڈاکٹر یورپ میں مقدار غذا بڑھانے کیواسطے ایک عرصے تک شب و روز میں دو مرتبہ آب سرد یا آب گرم کی مقدار کثیر امعاء میں پہنچاتے ہیں۔ آب گرم کا حقنہ اگر باحتیاط کیا جائے۔ سیلان دم[۵۲] معائی کے واسطے مفید ہوتا ہے

اس حدیث میں بطن سے مراد معدہ و امعا ہیں اور درد شکم سے درد قولنج و درد معدہ مقصود ہے۔ توسیع امعاء سے غذا کی مقدار یقیناً زیادہ ہو گی اور تکثیر غذا سے قوت بدنی کا حصول ایک امر یقینی ہے

حفظ صحت عن الصادق ع ایاک واکثار الماء فانہ مادۃ کل داءٍ

ترجمہ۔ بکثرت آب نوشی سے بالکل اجتناب لازم ہے کیونکہ ضرورت سے زیادہ پانی پینے سے ہر قسم کی بیماری پیدا ہو سکتی ہے

توضیح۔ معدے کی سطح درونی پر غدود ہیں۔ ان غدوں سے ایک قسم کی رطوبت پیدا ہو کر غذا کو ہضم کرتی ہے۔ کثرت آب نوشی سے یہ رطوبت مستہلک[۵۳] ہو کر ضعیف ہو جاتی ہے اسی طرح رفتہ رفتہ معدہ ضعیف ہو کر جملہ اعضا کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس ضعف کے سبب سے اعضا جملہ امراض میں مبتلا ہو سکتے ہیں

عن امیر المومنین ع لا یتداوی المسلم حتی یغلب مرضہ صحتہ (الخصال)

ترجمہ۔ صاحبان عقل و ایمان اسوقت علاج کرتے ہیں جب مرض پیدا ہو کر صحت پر غالب آجائے

---

[۵۱] حقنہ Enema [۵۲] آنتوں سے خون کا جاری ہونا [۵۳] مستہلک (Exhausted)

اس حدیث میں بلا ضرورت دوا استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ بلاوجہ دوا کا استعمال مضعف طبیعت ہے

عن امیرالمومنین ع قال لا تاکلوا الطحال فانه بیت دم الفاسد (الخصال)

ترجمہ طحال جسکو زبان ہندی میں تلی کہتے ہیں اُسکے متعلق حضرت علی مرتضےٰ فرماتے ہیں کہ اسکو نہ کھاؤ کیونکہ یہ عضو خراب و فاسد خون کے رہنے کا مقام ہے۔ علمائے تشریح جدید العہد میں یہ مسئلہ ایک مدت تک زیر تحقیق رہا ہے کہ طحال کا وجود کس مصلحت سے ہوا۔ عرصے کے بعد ثابت ہوا کہ خون کا تصفیہ اور خون میں سرخی کا پیدا کرنا اُسی عضو کا کام ہے۔ بہر صورت خون ناصاف شدہ کا اس عضو میں رہنا یقینی ہے

قال رسول اللہ صلعم اذا شرب احدکم الماء وتنفس ثلاثا کان امنا (طب النبیؐ)

ترجمہ۔ جو شخص پانی پیکر تین مرتبہ گہری سانس لیگا وہ امراض سے محفوظ رہیگا

توضیح۔ گہری سانس لینے سے دل کی حرکت زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور دورانِ خون زیادہ سرعت کیساتھ ہوتا ہے۔ معدے سے پانی بہت جلد مقامات مناسب پر پہنچ جاتا ہے۔ جسم کی ترطیب معدہ کا رطوباتِ زائدہ سے پاک رہنا تنفس طویل سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر شب و روز عند الضرورت یہ عمل بقائے صحت کے واسطے کیا جائے یقیناً نہایت مفید ہو حکمائے یورپ و امریکا نے بھی گہرے سانس لینے کے فوائد بکثرت اپنے مصنفات میں لکھے ہیں

قال رسول اللہ صلعم علیکم بالفواکه فی اقبالها فانها مصحة للابدان ومطردة للاحزان والقوها فی ادبارها فانها داء للابدان (طب النبیؐ)

ترجمہ۔ انگور و انار وغیرہ ثمر اُسوقت یاد کر کے کھاؤ جب اُنکی فصل کا آغاز ہو۔ آغازِ فصل میں ہر ثمر صحت بخش ہوتا ہے اور رنج و غم کو پاس نہیں آنے دیتا۔ مگر آخر فصل میں استعمال ترک کرو ورنہ نقصان ہوگا

توجیہ۔ جب کسی درخت کی بار آوری کا زمانہ قریب ہوتا ہے اُسکے افعال طبعی جودت کے ساتھ

بیخ وبرگ درخت بکثرت اجزائے مناسبہ زمین اور آب وہوا سے حاصل کرتے ہیں۔ اس بنا پر اثمار میں قوت ہوتی ہے۔ اس زمانے میں جو آغاز فصل کا زمانہ ہوتا ہے اگر ان پھلوں کا استعمال کیا جائے یقیناً نفع بیّن حاصل ہو۔ البتہ انتہائے فصل پر جب فعالِ طبعی ضعیف ہو جاتے ہیں اور اثمار میں وہ قوت نہیں ہوتی جو آغاز فصل میں ہوتی ہے بلکہ جراثیم ارضی داخل ہو جاتے ہیں یا خود اسمیں پیدا ہو جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ معدے میں پہنچکر بہت جلد متعفن ہو جائیں اور امراض موذیہ پیدا کریں۔

حفظ صحت کا حکم اصول قدرت کے مطابق کس خوبی سے دیا ہے۔

عن جعفر بن محمدؑ علیہما السلام انہ قال لو اقتصد الناس فی المطعم لاستقامت ابدانہم (الدعائم)[۵۱]

ترجمہ۔ اگر کھانے میں انسان اعتدال سے کام لیں یقیناً اُن کی صحت درست رہے۔

قال الراوی سمعت علیاً علیہ السلام یقول لابنہ الحسن علیہ السلام یا بنیّ الا اُعلمک اربع کلماتٍ تستغنی بہٖ عن الطب۔ قال الحسن علیہ السلام بلیٰ۔ قال لا تجلس علی الطعام الا وانت جائع۔ ولا تقم عن الطعام الا وانت تشتھیہ وجوّد المضغ واذا نمت اعرض نفسک علی الخلاء۔ (دعوات الراوندی)[۵۲]

حاصل معنے۔ حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام اپنے فرزند بزرگ حضرت امام حسن علیہ السلام سے بطور نصیحت فرماتے ہیں میں تمکو چار تدبیریں بتاؤں کہ پھر طب کی تمکو احتیاج نہ رہے ایک یہ کہ جبتک اشتہا نہ ہو ہرگز کھانا نہ کھاؤ۔ دوسری نصیحت یہ ہے کہ ہنوز اشتہا باقی ہو کہ کھانے سے دست کشیدہ ہو جاؤ۔ تیسری بات یہ یاد رہے کہ جو کھاؤ خوب چبا کر کھاؤ۔ چوتھی نصیحت یہ ہے کہ بستر خواب پر جانے سے پیشتر بیت الخلا جانے کی عادت کرو۔

ترجمہ۔ جودت مضغ سے غذا اچھی طرح لعاب دہن سے ملکر معدے میں پہنچتی ہے اور بہت جلد

ترجمہ

---

۵۱ الدعائم ایک عربی اور مذہبی کتاب کا نام ہے ۵۲ دعوات الراوندی یہ بھی ایک مذہبی کتاب ہے۔

ہضم ہو جاتی ہے۔ معدے کو ہضم غذا میں زیادہ قوت صرف کرنی نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ تندرست رہتے ہیں جنکو جودت مضغ کی عادت ہوتی ہے۔ ورنہ در صورت دیگر معدہ رفتہ رفتہ ضعیف و مضمحل ہو کر متعدد امراض موذیہ کا سبب ہو جاتا ہے۔ سونے کے پہلے بیت الخلا جانا اور معدہ و امعاء کو فضول غذائی سے نجات دیکر سبکبار کرنا بھی حفظ صحت کے واسطے ضروری ہے تاکہ معدہ و امعاء کی گرانی دل و دماغ پر اثر نہ کرے ورنہ دوران خون سست ہو کر امراض مختلفہ کا سبب ہوگا۔ کبھی خوابہائے پریشان نظر آئینگے اور نوم[۵۱] جو ایک فعل طبعی ہے بوجہ اتم[۵۲] حاصل نہ ہوگا۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام عن ابیہ من اراد ان تکثر خیر بیتہ فلیغسل یدہ قبل الاکل۔ (الخصال)

ترجمہ۔ ہاتھ دھو کر کھانا کھانے سے برکت ہوتی ہے۔

قال ابو عبد اللہ غسل الاناء وکسح الفناء مجلبۃ للرزق

ترجمہ۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ظروف طعام کا دھونا اور صحن خانہ کا جاروب کشی سے صاف کرنا باعث زیادتی رزق ہے۔

عن علیؑ علیہ السلام اشربوا ماء السماء فانہا تطہر البدن وتدفع الاسقام (الخصال)

ترجمہ۔ امام اول فرماتے ہیں کہ آب باراں کا استعمال کرو۔ اسکے پینے سے بدن فضول سے پاک ہوتا ہے اور امراض دفع ہوتے ہیں۔

توضیح۔ یہ ظاہر ہے کہ آب باراں آب چاہ وغیرہ سے زیادہ پاک و صاف ہوتا ہے اور اپنی پاکیزگی و صفائی کے لحاظ سے نہ خود اسباب مرض پیدا کرتا ہے نہ اسباب کا معین ہوتا ہے جو بیشتر سے بدن میں ہوتے ہیں۔ حکمائے عہد نے بھی آب باراں کو ہر قسم کے پانی سے بمرتبہ بہتر سمجھا ہے۔

علم النبات[۵۳] | حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام نے جو مذہب شیعی کے امام ششمین ہیں ایک

---

[۵۱] نوم بفتح اول کر حرف نون ہے سونا [۵۲] بوجہ اتم Perfectly [۵۳] علم النبات Botany

موقع پر اپنے شاگرد خاص کو کچھ اسرار قدرت سمجھاتے تھے۔ اس سلسلۂ کلام میں جو کچھ نبات کے متعلق فرمایا ہے اُس کا اقتباس یہاں لکھتا ہوں۔ وہ بھی بہت ہی اختصار کے ساتھ فرماتے ہیں

تامّل یا مفضّل الحکمۃ فی خلق الشجر واصناف النبات فانھا لمّا کانت تحتاج الی الغذاء الدائم کحاجۃ الحیوان لم یکن لھا افواہ کافواہ الحیوان ولا حرکۃ تنبعث بھا لتناول الغذاء جعلت اصولھا مرکوزۃ فی الارض لتنزع بھا منھا فتؤدّیہ الی الاغصان وما علیھا من الورق والثمر

ترجمہ۔ مفضل حضرت موصوف الصدر کے شاگرد کا نام ہے۔ فرماتے ہیں (خدا شناسی کے واسطے) درختوں کی ساخت پر غور کر (تاکہ حکمت الٰہی ظاہر ہو) درخت بھی جانوروں کی طرح غذا کے محتاج ہیں مگر موتھ نہیں رکھتے غذا کیونکر کھائیں۔ حرکت سے محروم ہیں تلاش رزق میں کہاں جائیں۔ بنا بر علیہ حکمت الٰہی مقتضی اسکی ہوئی کہ جڑیں موتھ کا کام دیں جو برابر غذا زمین سے لیکر برگ و ثمر ہائے درخت تک پہنچاتی رہتی ہیں

بیخ درخت کی پیدائش کی دوسری مصلحت بیان کرتے ہیں

تجد النبات کلّہ لہ عروق منتشرۃ فی الارض ممتدّۃ الی کلّ جانب لتمسکہ وتقیمہ

ترجمہ۔ اگر تو درختوں کی جڑوں کو بغور دیکھے گا تجھے معلوم ہو جائیگا کہ ہر درخت کی جڑ کے ریشے زمین میں چاروں طرف دور تک پھیلے ہوتے ہیں تاکہ درخت اپنے مقام پر قائم رہیں۔ اگر یہ انتظام نہ ہوتا کوئی درخت ہوا ہائے سخت کی مقاومت نہ کر سکتا اور ذرا سے صدمے سے بڑے بڑے درخت کندہ ہو کر گر پڑتے

تامّل یا مفضّل خلق الورق فانک تری فی الورقۃ شبہ العروق مبثوثۃ فیھا اجمع فمنھا غلاظ ممتدۃ فی طولھا وعرضھا ومنھا دقاق تتخلّل تلک الغلاظ منسوجۃ نسجا دقیقا الخ

ترجمہ
ملاحظہ

ترجمہ۔ اے مفضل برگہائے درخت کو بغور دیکھ۔ ہر پتے میں رگوں کے جال منتشر نظر آئینگے۔ ان رگوں میں کوئی باریک ہے کوئی ضخیم ہے۔ جو رگ باریک ہے اس نے رگِ ضخیم کے اندر اثر کرکے اسکو جابجا سے مشبک کر دیا ہے تاکہ پانی جملہ اجزائے برگ میں پہنچ سکے

فکر فی ھذا العجم والنواۃ والعلۃ فیہ فانہ جعل فی جوف الثمرۃ۔ الیٰ آخرہ

ترجمہ۔ اب درختوں کے تخم پر غور کر کہ کس احتیاط سے اثمار درخت میں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ اگر اتفاق سے ایک ثمر خراب ہو جائے دوسرے ثمر کے تخم کام میں آئیں۔ بیج اور استخوان سے درخت کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ ثمر کو روکے رکھتے ہیں ورنہ پھل پھیلکر پاش پاش ہو جائیں

لے استخوان۔ گٹھلی۔ ۲ے ضخیم موٹی

اَلْكَرَّۃُ وَالرَّجْعَۃُ

جب میں حقیقت مذہب کے مطالعے میں مصروف تھا میرا قصد تھا کرّۃ و رجعۃ کے مطالب کی نہ توضیح کروں نہ اس مضمون پر قلم اُٹھاؤں مگر جرأت اخلاقی تقاضا کرتی تھی کہ جو کتب مذہبیہ میں نظر سے گذرا اُس کے لکھنے میں کوئی گناہ لازم نہیں آتا۔ اس کشمکش میں خیال آیا کہ تفاؤل بالقرآن کرنا چاہیئے مصحف ربانی سامنے رکھکر بطریق معہود فال دیکھی۔ یہ الفاظ بر آمد ہوئے فَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ (جو تم کھانے ہو اُسمیں سے تھوڑا سا) چونکہ میں واقف تھا کہ علم غذائے روح ہے اس جزو آیت کا مطلب یہ سمجھا کہ اس مضمون سے بالکل اعراض مناسب نہیں بلکہ بقدر مناسب کچھ لکھنا چاہیئے۔ بنائر علیہ یہ چند سطریں لکھیں ورنہ نہ لکھتا۔

مرنے کے بعد ایک بدن کو چھوڑ کر دوسرے بدن سے نفس کے تعلق کا نام اصطلاح مذہب میں کرّۃ ہے۔ رجعۃ کرّۃ کا مرادف ہے۔ کرّۃ کا وقوع کبھی بغرض تعذیب ہوتا ہے کبھی بمصلحت الٰہیہ اگر نفس کا تعلق بدن اول کی مفارقت کے بعد جسم انسانی سے ہوگا اُسکو کرّۃ کہیں گے اور اگر نفس بدن حیوانی میں محبوس کیا جائیگا اُسکا نام مسخ ہے۔ مسخ دو طرح کا ہوتا ہے ایک یہ کہ موت کے بعد نفس انسانی بدن حیوانی میں بھیجا جائے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ زندگی میں بدنِ انسانی جسمِ حیوانی کے ہمشکل کر دیا جائے۔ مگر ہر حالت میں تشخص (یہ خیال کہ میں کون تھا) باقی رہتا ہے ورنہ تعذیب حاصل نہیں ہوگی۔ خوب یاد رہے کہ کرّۃ و مسخ عالم برزخ کے عذاب ہیں۔ موت کے وقت سے یوم المعاد تک جو زمانہ یا عالم ہے اُسکا نام برزخ ہے۔ البتہ جسم نباتی اور بدن جمادی سے نفس انسانی کا تعلق بعد الموت ہمارے مذہب میں نہیں پایا جاتا۔

کوئی مانے یا نہ مانے یہ عقیدہ کم و بیش ہر مذہب میں موجود ہے مگر جہالت سے جہاں مذاہب مختلفہ کے عقائد کچھ سے کچھ ہو گئے اُسی طرح اس عقیدۂ کرّۃ نے بھی دوسری صورت اختیار کی اور اس

نفس مضمون کے ساتھ خیالاتِ باطلہ شامل ہو گئے۔ اور اس مجموعۂ خیالات باطلہ کا نام تناسخ رکھا گیا۔ مثلاً تناسخ کے ماننے والے جنت و نار کے قائل نہیں ہیں اُنکے نزدیک اس عالم مادی کی راحت کا نام بہشت ہے اور تکلیف کو دوزخ کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط خیال ہے کیونکہ بالاتفاق بہشت اُس مقام کا نام ہے۔ جہاں زوال و فنا نہو فکر و غم کا اثر نپایا جائے۔ اس عالم مادیات میں یہ سب مفقود۔ سلاطین عالم بھی یہاں کے قواعد سے مستثنےٰ نہیں۔ بنا علیہ دنیا کو بہشت سمجھ لینا حد سے زیادہ نادانی ہے۔ اہل اسلام خلود فی النار کے قائل ہیں۔ دنیا کی کوئی تکلیف ہمیشہ رہنے والی نہیں۔ مزید برآں یہ کہ جو عذاب دوزخ کی تفصیل کتب مسلمین میں ہے وہ دنیا میں موجود نہیں۔ اس دلیل سے دوزخ و بہشت سے انکار نہیں ہو سکتا۔

اہل تناسخ کا یہ خیال کہ جملہ اجسام نباتیہ اور ابدانِ حیوانات میں نفوس بشریہ موجود ہیں بالکل غلط ہے بلکہ ان اجسام و ابدان میں نفوس نباتیہ و حیوانیہ موجود ہیں جو نفوس انسانی سے فی الحال مرتبۂ کمال میں پست تر ہیں۔ البتہ بعض خاص صورتوں میں جب نفس انسانی بہ شدت نفس حیوانی سے مشابہ ہو جاتا ہے اُسوقت فقط وہ خاص نفس جو فی الواقع نفس حیوانی ہو گیا ہے بعد مرگ کسی ایسے جانور کے بدن میں محبوس کیا جاتا ہے جس سے من حیث الاخلاق مشابہ ہوتا ہے اگر سچ پوچھو اسی کا نام مسخ ہے۔

اب میں کتاب اللہ سے فقط دو آیتیں جن سے کرۂ درجعۃ ثابت ہوتی ہے لکھتا ہوں پھر احادیث صحیحہ اور اقوال علمائے حدیث لکھونگا

مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى

ترجمہ۔ اسی زمین سے ہمنے تمکو پیدا کیا اور پھر اسی زمین میں تم کو لیجائیں گے (یعنی تمہارے بدن خاک میں ملا دیئے جائیں گے) اور پھر دوبارہ اسی زمین سے ہم تمکو نکالیں گے۔

توضیح۔ اس آیت سے وجود حشر جسمانی پر استدلال کرتے ہیں۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس آیت سے حشر اجسام کیونکر ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت میں ایک جگہ لفظ خلق آیا ہے دوسری جگہ لفظ

اخراج۔ لفظ اخراج کا مطلب یہ سمجھا گیا کہ بدن اول بعینہ دفعتہً نفخ صور کیساتھ زمین سے پیدا ہو جائیگا۔ مگر افسوس لفظ تارۃ اخریٰ پر کسی نے خیال نہیں کیا ورنہ غلط فہمی نہ ہوتی۔ فرماتا ہے دوبارہ ہم تمکو زمین سے نکالیں گے۔ لفظ دوبارہ سے یہ پایا جاتا ہے کہ دوسری مرتبہ بھی اُسی طرح زمین سے نکالیں گے جس طرح پہلی مرتبہ زمین سے نکالا ہے۔ بنائً علیہ اخراج اس آیت میں بمعنی خلق ہے یقیناً۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ نفس انسانی کی رجعت بدن خاکی کیطرف بعد مرگ ضرور ہوگی۔ چونکہ مرتبہ اول میں خلق بمعنی متعارف ہوئی ہے۔ بنائً علیہ مرتبہ ثانی میں بھی اخراج بمعنی خلق اول ہو تو کہ اُسکے خلاف۔ ورنہ تارۃ اُخریٰ بیکار ہوگا

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ إِنَّهُ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ

ترجمہ۔ تیرے رب کا عتاب بہت شدید ہے۔ وہ ابتدائً پیدا کرتا ہے اور پھر واپس لاتا ہے۔ یہ سمجھنا صحیح نہیں کہ اعادہ سے مراد اس آیت میں اعادہ فی الحشر ہے کیونکہ حشر میں اچھے بُرے سب لوگ واپس لائے جائینگے۔ مگر آیت مذکورہ میں جو لفظ بطش بمعنی غضب ہے اس سے فقط اُن لوگوں کا واپس لایا جانا ثابت ہوتا ہے جو گناہگار ہوتے ہیں

عن عبد اللہ ابن طلحہ قال سالت اباعبد اللہ علیہ السلام عن الوزغ فقال رجس وھو مسخ کلہ۔ فاذا قتلتہ فاغتسل۔ عبد اللہ ابن طلحہ کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر الصادق علیہ السلام سے چھپکلی کا حال پوچھا فرمایا وہ مسوخات میں داخل ہے جب اُس کو قتل کر غسل کرے وقال ان ابی کان قاعداً فی الحجرۃ ومعہ رجل یحدثہ فاذا ھو بوزغ یولول بلسانہ (یہ فرماکر) حضرت ممدوح نے فرمایا کہ میرے والد ماجد (امام محمد الباقر علیہ السلام) ایک حجرے میں بیٹھے ہوئے کسی شخص سے باتیں کر رہے تھے اور دیوار حجرہ پر ایک چھپکلی موجود تھی اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ فقال ابی للرجل اتدری ما یقول ھذا الوزغ فقال لا علم لی بما یقول میرے والد ماجد نے اُس شخص سے پوچھا تو سمجھتا ہے کہ یہ چھپکلی کیا کہہ رہی ہے

اُس شخص نے کہا مجھے نہیں معلوم یہ کیا کہہ رہی ہے قال انہ یقول واللہ لئن ذکرتم عثمان بشتیمۃ لاشتمن علیاً حتی تقوم من ھاھنا فرمایا وہ کہہ رہی ہے اگر تم عثمان کو بُرا کہو گے جب تک تم یہاں بیٹھے رہو گے میں علی کو بُرا کہے جاؤنگی۔ یہ فرماکر فرمایا لیس یموت من بنی امیۃ میت الا مسخ وزغا جو شخص بنی امیہ کا مرتا ہے اُس کی روح خبیث چھپکلی کے بدن میں بھیجدی جاتی ہے (البصائر)

(۲) عن مفضل ابن عمر قال کنت مع ابی عبد اللہ علیہ السلام وھو راکب وانا امشی معہ۔ مفضل ابن عمر کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام جعفر الصادق علیہ السلام کے ہمراہ پیادہ پا جارہا تھا اور وہ سوار تھے فمررنا بعبد اللہ ابن الحسن وھو راکب۔ ہم لوگ عبد اللہ بن حسن کے پاس سے نکلے۔ عبد اللہ بن حسن بھی سوار تھا۔ فلما بصر بنا شال المقرعۃ لیضرب بھا فخذ ابی عبد اللہ علیہ السلام جب عبد اللہ بن حسن نے ہم لوگوں کو دیکھا چابک اُٹھاکر چاہا امام علیہ السلام کی ران پر مارے فاومی الیھا الصادق علیہ السلام فجفت یمینہ والمقرعۃ فیھا یہ ملاحظہ فرماکر امام علیہ السلام نے اُسکے دست راست کیطرف اشارہ کیا فوراً اُسکا ہاتھ جس میں چابک تھا بیکار ہوگیا۔ فقال لہ یا ابا عبد اللہ بالرحم الا عفوت عنی فاومی الیہ بیدہ فرجعت یدہ۔ اب اُس نے فریاد کی کہ رحم کیجیے حضرت نے پھر اشارہ فرمایا اور ہاتھ اُسکا اپنی حالت اصلی پر آگیا۔ ثم اقبل الی وقال یا مفضل وقد مرت عظایۃ من الحظاما تقول الناس فی ھذہ۔ اسکے بعد حضرت ممدوح میری طرف متوجہ ہوئے اتفاق سے اُسیوقت ایک گرگٹ اُسطرف سے نکلا۔ امام علیہ السلام نے مجھسے دریافت کیا کہ لوگ اس گرگٹ کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ قلت یقولون انھا حملت الملک فاطفأت نار ابراھیم علیہ السلام فتبسم۔ میں نے عرض کی لوگ کہتے ہیں کہ گرگٹ نے پانی لاکر حضرت ابراہیم پیغمبر جس آگ میں ڈالے گئے تھے اُسکو بجھادیا تھا۔ اس

خیال باطل کو سنکر حضرت نے تبسم فرمایا - ثم قال یا مفضل ھذا عبد اللہ وولدہ وانما یرق الناس علیھم لما مسّھم من الولادۃ والرحم - اور کہا کہ اے مفضل یہ عبد اللہ اور اسکی اولاد ہے (جو بصورت آفتاب پرست مسخ ہوگئی ہے اور لوگوں کو اُنپر اس وجہ سے رحم آتا ہے کہ عالم انسانیت میں یہ لوگ باہم قرابت قریبہ رکھتے تھے (دلائل طبری)

(۳) عن[1] ھشام بن احمد المثنّے الخیاط قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول ایام اللہ عزّوجل ثلثۃ یوم یقوم القائم علیہ السّلام ویوم الکرّۃ ویوم القیمۃ (الخصال)

ترجمہ - ہشام ابن احمد المثنّے نے امام محمد باقر علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تین دن ایسے ہیں جنکا وقوع ارادۂ الہٰیہ کے تابع ہے اُنکے وقوع کے واسطے زمانہ معین نہیں کیا جاسکتا - ان تین دنوں میں ایک وہ روز مسعود ہے جب حضرت صاحب العصر ظہور فرمائیں گے دوسرا وہ دن ہے جب نفوس جسم اول کی مفارقت کے بعد دوسرے بدن میں رجعت کریں گے تیسرا قیامت کا دن ہے

فاضل نعمانی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب میں جس کا نام کتاب التسلی والتقویٰ ہے اسی مضمون کی حدیثیں بکثرت روایت کی ہیں - منجملہ اُنکے ایک حدیث طویل میں امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے جسکے آخر میں لکھا ہے

واللہ اتی بعمر ابن سعد بعد ما قتل وانہ لفی صورۃ قرد فی عنقہ سلسلۃ فجعل یعرف اھل الدار وھم لا یعرفونہ

خلاصۂ ترجمہ - امام جعفر الصادق علیہ السلام نے بقید قسم شرعی فرمایا کہ جب عمر ابن سعد قتل ہوچکا اُسکا نفس خبیث ایک بندر کے بدن میں مبعوث ہوا اُسی حالت میں اُسکو لوگوں نے گرفتار کیا اور اس کی گردن میں زنجیر باندھکر اُسکے گھر میں لائے - اُس نے سب گھر والوں کو پہچانا لیکن وہ لوگ عمر ابن سعد کو نہ پہچان سکے

اس حدیث کے بعد فاضل مذکور علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں - والاخبار فی ھذا المعنی

[1] ماخوذ از بحار الانوار مجلسی علیہ الرحمۃ مجلد چہاردہم موسوم بکتاب السماء والعالم

کثیرۃ قد جازت حدّ الاٰحاد اسی مضامین کی حدیثیں بکثرت موجود ہیں۔
یہانتک کہ یہ احادیث متواترہ حد احاد سے تجاوز کر گئیں ہیں
سید المحدثین شیخ مفید علیہ الرحمتہ نے بھی کتاب التمہید میں ان احادیث مذکورہ کو صحیح تسلیم کیاہے

ادعیۂ ماثورہ بھی اس خیال کرۃ سے خالی نہیں۔ چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام دعائے روز عرفہ میں جو صحیفۂ کاملہ میں موجود ہے بطور مناجات درگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں
واجعل تجارتی رابحة وکرتی غیر خاسرۃ
ترجمہ :- پروردگارا میری سعی وکوشش کو مفید ثابت کر اور میرا دنیا میں واپس آنا بے سود نہ ہو

اہل سنت کی کتب احادیث بھی اس خیال کرۃ سے خالی نہیں ہیں۔ چنانچہ علامہ طبرانی نے اپنی معجم میں ابوسعید الخدری سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلعم فی اخر زمانٍ تاتی المرءۃ فتجد زوجھا قد مسخ قردا لانہ لا یؤمن بالقدر۔ یعنی فرمایا جناب سرور کائنات نے کہ آخر زمانے میں ایک عورت ایسی ہوگی جو اپنے شوہر کو بشکل بیمون مشاہدہ کریگی۔ کیونکہ یہ شوہر اس عورت کا منکر قدر ہوگا
پھر دعائے چہارشنبہ میں فرماتے ہیں۔ لَکَ الْحَمْدُ اَنْ بَعَثْتَنِیْ مِنْ مَرْقَدِیْ وَلَوْ شِئْتَ جَعَلْتَہٗ سَرْمَدًا۔ تیرا شکر ہے کہ تونے مجھے میری قبر سے مبعوث کیا اور اگر تو چاہتا ہمیشہ مجھے قبر ہی میں رکھتا (صحیفہ کاملہ)

تمت بالخیر

کتبہ ابوصداقت خاکسار گنہگار سید عاشق علی شاہ مردانوی صوبہ دہلی


MAAB 1431
maablib.org

سیرۃ الفاطمہؑ

جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کی مکمل مفصل اور مشرح سوانحعمری، قیمت عہ

شمس الظلام فی احوال صاحب العصرؑ

حجۃ زمانہ امام عصر یعنی بارہویں امام کی سوانحعمری حال ہی میں چھپکر ہاتھوں ہاتھ ہدیہ ہورہی ہے جو شخص ایک دفعہ خرید لیتا ہے وہ اپنے دوست احباب سے اس کی خریداری کی سفارش کرتا ہے ضخامت ۲۰۵ صفحات قیمت رعائتی عہ

ترجمہ عقاید شیخ صدوق علیہ الرحمہ

جناب فخر الحجاج مولانا مولوی الشیخ اعجاز حسن صاحب بدایونی پروفیسر دینیات شیعہ کالج لکھنؤ نے عقائد اثنا عشریہ مصنفہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کا نہایت سلیس اردو میں ترجمہ کیا ہے تمام مدارس عربی اردو اور انگریزی میں اس کا عام رواج ہونا چاہیے ایک کالم میں اردو اور ایک میں عربی، قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍)

حدیث کسا منظوم بطرز مرثیہ

مولوی سید زوار حسین صاحب المتخلص بہ زوار مرزا پوری نے حدیث کسا کو تمام وکمال نظم کر دیا ہے اور مصائب اسیری اہلبیتؑ کا جوڑ لگا کر اس مسدس کو ختم کیا ہے دیکھنے اور پڑھنے کے قابل قیمت ۱۲؍

صحیفہ نور

حضرت قاضی سید نور اللہ شوشتری علیہ الرحمہ الملقب بہ شہید ثالث کی مکمل ومشرح سوانحعمری ہے قیمت صرف ۸؍

لواعج الاحزان

(جلد دوم) نہایت مُبکی اور صحیح روایتوں کا شاندار مجموعہ جو ابھی دوسری مرتبہ مطبع اثنا عشری دہلی سے شایع ہوا ہے جس میں چالیس نہایت معتبر اور مُبکی مجلسیں درج ہیں قیمت دو روپیہ عہ

جام شہادت ہر سہ حصّہ

حضرت نواب میر اسد علی خاں صاحب متینؔ اعلی اللہ مقامہ کے بعد جو نوحہ کہنے کے موجد ہیں اور جن کے نوحے مقبول ہو چکے ہیں جناب سید کاظم علی صاحب بلگرامی المتخلص بہ شوکتؔ کا اسم گرامی پیش کیا جائیگا جنکے نوحوں کی ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے طلب ہوئی اور یہ مانگ یوماً فیوماً اسقدر بڑھتی گئی کہ بالآخر مجموعہ نوجات شوکت کا ایک نسخہ بھی مصنف ممدوح کے پاس نہ رہا اس لئے حضرت بلگرامی کو جام شہادت کے تینوں حصوں کا حق تالیف دیکر اجازتِ طبع حاصل کی گئی قیمت جلد اول عہ جلد دوم عہ جلد سوم عہ

سراج غم ہر دو جلد

بیان مصائب و اظہار نوائب موقعہ کربلا میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کیا حادثات تشنہ لبی و واقعات بے پردگی شہدائے کربلا و مخدراتِ آل عبا کو ایک عجیب و غریب طور پر رقم فرمایا ہے بانیانِ جور و جفا کی شقاوت قلبی اور کربلا کا مرقع آنکھوں کے سامنے نظر آتا ہے قیمت ہر دو جلد دو روپیہ آٹھ آنہ (۲ عہ)

المشتہر سید صغیر حسن شمس زیدی الواسطی مالک مطبع اثنا عشری

دہلی


maablib.org